جامعہ دارالعلوم کراچی
کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
محرم الحرام ۱۴۳۸ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بَلاغٌ لِلنّاس

جلد ۵۳ — شمارہ ۱

محرم الحرام ۱۴۳۹ھ — اکتوبر ۲۰۱۷ء

نگران

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسؤل

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارات

مولانا محمود اشرف عثمانی — مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام — فرحان صدیقی

فی شمارہ ....۔/۳۵ روپے

سالانہ زرتعاون ....۔/۴۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری ....۔/۵۵۰ روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک..........۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات..............۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش..........۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
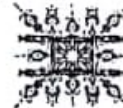
Email Address:
monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی
پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ترتیب

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

برما کے روہنگیا مسلمان

درندگی اور نسل کشی کے عذاب میں

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

"برما" جواب میانمار کہلاتا ہے، ایشیا کا زرخیز ملک ہے جس کی سرحدیں تھائی لینڈ، ملائیشیا، بنگلہ دیش کے علاوہ چائنا سے بھی ملتی ہیں، بعض رپورٹوں کے مطابق اس کی آبادی 60 ملین سے زیادہ ہے جس میں 75 فیصد کا تعلق بدھ مت کے مذہب سے ہے جبکہ 22 فیصد مسلمان اور 3 فیصد دیگر اقلیات ہیں۔ارکان برما کا صوبہ ہے جس کا نیا نام راکھائین ہے۔ اس میں مسلمان صدیوں سے آباد ہیں اور روہنگیا کہلاتے ہیں، ان کی زبان رنگون کی زبان سے مختلف ہے، یہاں ایک عرصے تک مسلمان حکمران رہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ نامور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے برادر خورد، شجاع کی بھی یہاں حکومت رہی ہے، اراکان (برما) اور چٹاگانگ (بنگلہ دیش) کے درمیان دریائے ناف بہتا ہے جو دونوں کے درمیان حد فاصل ہے۔اور تجارت ومواصلات کا ذریعہ بھی یہی دریا ہے۔

برما اور مسلمانان برما سے متعلق "دائرہ معارف اسلامیہ" (تحقیق وطباعت دانشگاہ پنجاب) کے مقالہ نگار انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور دیگر ماخذ کے حوالہ سے رقمطراز ہے:

"برما، یہ ملک پہلی بار اراکان کے بادشاہ کرامیہ کلا کے ذریعے بڑے پیمانے پر اسلام سے متاثر ہوا، یہ بادشاہ بنگال میں جلاوطنی کے ایام گزار کر اپنے مسلمان

پیرووں کے ساتھ ۱۴۳۰ء میں برما واپس آیا، اُس نے مروھانگ میں اپنا دارالحکومت قائم کیا جہاں مسجد سندی خان تعمیر کی گئی، بعد میں آنے والے اراکانی بادشاہ اگرچہ "بدھ مت" کے پیرو تھے لیکن انہوں نے اسلامی خطابات استعمال کئے بلکہ ایسے تمغے بھی جاری کئے جن پر کلمہ طیبہ کندہ تھا ـــــ برما خاص میں مسلمانوں کی آبادی چند گجراتی تاجروں اور بعض توپچیوں اور دیگر غیر ملکی فنی ماہرین پر مشتمل تھی ـــــ ۱۸۲۶ء میں جب برطانوی حکومت نے اراکان کا اپنی سلطنت سے الحاق کرلیا تو ـــــ ۱۸۸۰ء سے ہندوستانیوں کی برما میں نقل مکانی بڑے پیمانے پر ہونے لگی ـــــ ۱۹۳۰ء سے شروع ہونے والے دس سال، کساد بازاری کے تھے اور مسلمان جو اقتصادیات کے میدان میں دوسروں سے آگے تھے ،ایک حد تک لوگوں کا ہدف ملامت بن گئے، مؤخر الذکر فسادات جولائی سے دسمبر تک جاری رہے۔ رنگون اور مانڈلے میں سب سے زیادہ شدید تھے ان میں تقریباً دوسو مسلمان ہلاک ہوئے"۔ (ج ۴ص ۴۵۰)

اس مختصر مقالے میں شاید مقالہ نگار کو زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوسکیں، مقالہ جو 48 سال قبل لکھا گیا ہے اس وقت کے لحاظ سے اس میں مسلمانوں کی آبادی 23 لاکھ جبکہ کل آبادی دو کروڑ باون لاکھ چھیاسی ہزار ظاہر کی گئی ہے ـــــ برطانوی راج کے خاتمے پر، ۴رجنوری ۱۹۴۸ء کو یونین آف برما کا قیام عمل میں آیا، برما کے پہلے صدر Saoshwe Thaike نے زمام اقتدار سنبھالی لیکن ۲، مارچ ۱۹۶۲ء میں جنرل نی ون (NEWIN) نے حکومت کا تختہ الٹ کر فوجی حکومت قائم کی، یہ فوجی حکومت پچاس سال سے زیادہ دورانیہ پر مشتمل کچھ عرصے پہلے تک بلا شرکت غیر، قائم تھی، رپورٹوں کے مطابق جب سے برما پر فوجی ڈکٹیٹر شپ حکمران رہی، آئے دن شائع ہونے والی خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرپشن اور بدعنوانی اس حکومت کی رگ رگ میں سرایت کرچکی تھی حالانکہ جنوب مشرقی ایشیا کا یہ ملک قدرتی اور معدنی وسائل سے مالا مال ہے، یہاں کی زرخیز زمینیں، جہاں پانی کی بھی فراوانی ہے اور بارشیں بھی بکثرت ہوتی ہیں دنیا کے بڑے حصے کی اجناس کی ضروریات پورا کرسکتی ہیں، لیکن ان زمینوں کی آبادکاری کے سلسلے میں لگتا یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے اور ملک کا وسیع

رقبہ بنجر پڑا ہوا ہے، انڈسٹریز کے میدان میں بھی کوئی خاص پیش رفت نہیں ہے، بازار زیادہ تر چائنا، تھائی لینڈ اور دیگر ممالک کے سامان سے بھرے ہوئے ہیں۔ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک کی دولت پر زیادہ تر حکمراں طبقہ قابض ہے جبکہ عوام غربت کی زندگی گزار رہے ہیں، اس ملک کے بہت سے مسلمان باشندے صنعت وتجارت میں خوشحال تھے، جب ۱۹۶۲ء میں جنرل "نیون" کا فوجی انقلاب آیا تو ان کی املاک کو نیشنلائز کر کے ضبط کیا گیا اور خوشحال مسلمانوں کو دربدر پھرنے پر مجبور کیا گیا، برما کے یہ مسلمان صدیوں سے رنگون سمیت ملک کے مختلف صوبہ جات میں آباد تھے، تاہم خاص طور پر اراکان میں ان کی تعداد دیگر مقامات کی نسبت بہت زیادہ تھی لیکن ان مسلمانوں کو بدھ مت کے پیروکاروں کی طرف سے ہر دور میں انسانیت سوز ظلم وتشدد کا سامنا رہا، ایک طرف مقامی آبادی کی طرف سے تنگ نظری، تعصب اور قتل و غارتگری کا سامنا تھا جبکہ دوسری طرف حکومتی جبر، ظالمانہ و جانبدارانہ قوانین، بنیادی انسانی حقوق کی پامالی اور حملہ آور بدھسٹوں کی طرفداری کے غیر انسانی سلوک سے مسلمان، ناقابل تصور عذاب میں تھے، چنانچہ ان دوطرفہ سنگین حالات کی وجہ سے یہاں کے مسلم باشندے ماضی کے مختلف ادوار میں جانیں بچانے کے لئے دربدر ہوتے رہے ہیں، ان کی مسجدوں کو شہید کرنا، بستیوں کو اجاڑنا، آئے دن بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر بے رحمانہ تشدد کرنا، زندہ جلانا اور نہتے مسلمانوں کے اجتماعی قتل کی ایسی دہشت ناک وارداتیں کرنا کہ درندے بھی شرما جائیں۔

سفاکی اور درندگی کے ان حالات سے اراکان کا علاقہ دیگر صوبہ جات کے مقابلے میں ہمیشہ سے زیادہ متاثر رہا ہے، حکومت کی جکڑ بندی اور سخت گیری کی وجہ سے یہ خطہ ایک ایسا تاریک کنواں ہے کہ نہ برما کے کسی دوسرے خطے کا کوئی آدمی وہاں پَر مار سکتا ہے اور نہ وہاں کے باشندوں کو برما کے کسی اور علاقے میں جانے کی اجازت ہے، اراکان کے مسلمانوں پر جو گزرتی ہے، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ نہ سسکیوں کی آواز سنائی دیتی ہے اور نہ بلوائیوں کے حملوں کی وجہ سے گھروں اور بستیوں سے اٹھنے والے آگ کے شعلے دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ عرصے سے سوشل میڈیا پر بربریت اور درندگی کی جو تصویریں آنے لگی ہیں وہ حقیقی صورتحال کا شاید دس فیصد حصہ بھی نہ ہوں۔

جان ومال اور نسل کشی کے خوف سے یہاں کے مسلمان ماضی کے مختلف ادوار میں امن اور پناہ کی

تقریباً ایک صدی پہلے بھی بہت سے خاندان اپنی جان و ایمان کی تلاش میں ہجرت پر مجبور ہوتے رہے، تقریباً ایک صدی پہلے بھی بہت سے خاندان اپنی جان و ایمان کی حفاظت کی خاطر، دور دراز سفر و مسافت کی بے پناہ مشقت جھیل کر حجاز مقدس بھی پہنچے، کچھ لوگ سابق مشرقی پاکستان اور پھر وہاں سے پانی کے جہازوں کے ذریعے کراچی اور مغربی پاکستان کے دیگر شہروں میں آکر آباد ہوئے جہاں اب ان کو پاکستانی شہریت حاصل ہے، تاہم اپنی سابقہ نسبت اور زبان کی وجہ سے برمی کہلاتے ہیں، ایک بڑی تعداد بنگلہ دیش کے کیمپوں میں، کرب واضطراب کی حالت میں ہے، کچھ بھارت، ملائشیا، تھائی لینڈ اور دوسرے ممالک میں پناہ لیے ہوئے ہیں لیکن ان ہجرت کرنے والے روہنگیا مسلمانوں کے عزیز واقارب کی بڑی تعداد اب بھی اراکان میں ریاستی اور مذہبی دہشت گردی کے خونی پنجوں میں، انسانیت سوز ظلم وستم کا شکار، بے بسی کے شب و روز گزار رہے ہیں، اور جب بھی کسی موقع پر ان کے خلاف بربریت کا آغاز ہوتا ہے تو سینکڑوں نہیں ہزاروں بے گناہ موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں، بخت ترین ناگفتہ بہ حالات سے گزر کر پناہ کے لئے بنگلہ دیش کا رخ کرتے ہیں، ظلم اور درندگی کا یہ کھیل سوسال سے جاری ہے اور بظاہر برما کی حکومت اور مذہبی انتہاپسند چاہتے بھی یہی ہیں کہ روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کر کے اراکان سے ان کا صفایا کر دیا جائے۔

اراکان کے علاوہ میانمار کے دیگر صوبہ جات، یہاں تک کہ دارالحکومت ینگون میں بھی مسلم اقلیت کے لئے کچھ عرصے سے حالات ناسازگار ہوتے جارہے ہیں کہ قومی طور پر بدھسٹ آبادی کی طرف سے مسلمانوں کو نفرت آمیز سلوک کا سامنا ہے، تین سال پہلے میتھیلا کے علاقے میں تحفیظ القرآن کریم کے ایک مدرسے پر بدھ مت کے پیروکاروں نے تلواروں، برچھیوں اور ڈنڈوں سے حملہ کر کے بڑی تعداد میں طلبہ اور عام لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا، سنگدلی اور سفاکی کا یہ منظر جن لوگوں نے دیکھا انہوں نے بتایا کہ شہید ہونے والے ان طلبہ کی زبانوں پر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کے کلمات جاری تھے اور مقامی درندے قصابوں کی طرح ان پر خنجر اور تلواریں چلارہے تھے ـــــ حکومت کے طرز عمل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مصدقہ اطلاعات کے مطابق درندگی کا یہ شیطانی کھیل مقامی پولیس کی آنکھوں کے سامنے کھیلا گیا، فیس بک اور مختلف ویب سائٹس پر جو تصویریں گشت کر رہی ہیں ان کو دیکھنے کے لئے بھی دل گردہ چاہیے۔ بستی بستی مسلمانوں کو قیامت کا سامنا ہے اور عالمی سطح پر بشری حقوق کے علمبرداروں نے

آنکھ کان کے ساتھ دل ودماغ پر بھی تالے ڈالدئے ہیں تاکہ ہمدردی اور رحم دلی کی کوئی حس بیدار نہ ہو،دنیا والوں کو لاتعلق دیکھ کران درندہ صفت بدھسٹوں کا شہروں میں مقیم مسلمانوں کی طرف بھی رخ ہوسکتا ہے،اور مدارس ومساجد اور دعوت دین کا کام جو مقامی مسلمانوں میں دین وایمان کو مستحکم کرنے کے مؤثر ذرائع ہیں ان کو بھی نشانہ بنائے جانے کا خطرہ ہے ـــــ تین سال پہلے رنگون شہر کے ایک مدرسہ میں آگ لگی تھی جس میں گیارہ طلبہ جل کر خاکستر ہوگئے تھے،اس وقت بہت سے مقامی لوگوں نے اس المناک واقعہ کومسلمانوں کے خلاف جاری دہشت گردی کا تسلسل قرار دیا تھا۔

وحشت و بربریت کے اس خوفناک دیو کے سامنے مؤثر حکمت عملی کی ضرورت ہے کہ برما کے عمومی حالات اوربطور خاص اراکان میں درندگی کا جوکھیل جاری ہے یہ سب دنیا والوں کے سامنے لایا جائے اور اس غرض کے لئے تمام ترسفارتی ، سیاسی ذرائع کے ساتھ، علاقائی اور عالمی میڈیا کو استعمال کیاجائے ، برما کے جومسلمان یورپ ، امریکہ اور دیگر ممالک میں مقیم ہیں وہ مؤثر منصوبہ بندی کرکے عالمی اداروں تک اپنی آواز پہنچائیں اور ماضی وحال کے ظالمانہ ،سفاکانہ ،انسانیت سوز حالات وواقعات سے دنیاوالوں کوجھنجھوڑکر،حکومت برما اور وحشی بدھسٹوں کا مکروہ چہرہ دنیا کو دکھایا جائے۔

برما کے طول وعرض میں جو مسلمان مقیم ہیں ان کوبھی پورے ملک کی سطح پر سیاست سے ہٹ کر خالص رفاہی اورتعلیمی مصالح کے لیے مؤثر تنظیم قائم کرنی چاہیے، جونا سازگار حالات میں کام آسکے اور دیگر ممالک کے لوگ بھی اس کے توسط سے تعاون کرسکیں۔اس تنظیم کی وسیع ترممبر شپ گاؤں گاؤں تک پھیلی ہوئی ہو ، اس طرح مسلمانوں کی تعداد کے بھی درست اعداد وشمار سامنے آجائیں گے ـــــ مسلمانوں کوآپس کی دوریاں ختم کرکے اور متحد ہوکراپنے ایمان ، اپنی ثقافت اوراپنی نسلوں کے تحفظ کی خاطر اس نسل کشی اور بربادی کے مقابلے میں بند باندھنا ہوگا کہ آنکھیں بند کرکے سیلاب کی تباہ کاری کو نہیں روکا جاسکتا۔

برما کے مسلمانوں کا علماء سے عقیدت کا گہراتعلق ہے اور لوگ بہت سے معاملات میں رہبری ورہنمائی کے لئے علماء ہی کی طرف دیکھتے ہیں،اس لئے علماء پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ جان ومال کی حفاظت اور بقاء کے لئے متحد ہوکر حکمت عملی وضع کریں ان کے درمیان باہمی رنجشیں جان

بھی دوچار کرسکتی ہیں۔

وعمال کی بربادی کے علاوہ مسلمانوں کو عملی ارتداد کے خطرات سے بھی دوچار کرسکتی ہیں۔
اراکان کے روہنگیا مسلمان، اس مہذب دنیا میں وہ طبقہ ہے جو بنیادی انسانی حقوق، یہاں تک کہ جس ملک میں وہ اوران کے آباء واجداد صدیوں سے آباد تھے، اس ملک کی شہریت سے بھی محروم ہیں، نہ بیرون ملک جانے کے لئے وہ پاسپورٹ حاصل کرسکتے ہیں اور نہ اندرونی طور پران کو آمدورفت کی آزادی ہے، نہ ان کو ووٹ کا حق حاصل ہے، حکومت برما ان مسلمانوں کو بنگالی سمجھتے ہیں جبکہ بنگلہ دیش بھی ان کو اپنا شہری تسلیم نہیں کرتا —— اس طرح اراکان ان روہنگیا مسلمانوں کے لئے تاریک جیل خانے سے کم نہیں ہے، ان کے خلاف مارڈھاڑ جاری ہے، درندہ صفت بڈھسٹ وحشت وبربریت کی جس راہ پر چل نکلے ہیں، اس کی ابتداء، جو تقریباً ایک صدی پہلے ہوگئی تھی وقت کے ساتھ ساتھ اس میں شدت آتی چلی گئی۔ اس کو وقتی حادثاتی معاملہ سمجھنا ناعاقبت اندیشی کے سوا کچھ نہیں۔

برما کی حکومت کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور بڈھسٹ درندوں کے ہاتھوں میں نہیں کھیلنا چاہیے، اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلمان بنیادی انسانی حقوق کا استحقاق رکھتے ہیں۔ جس طرح دیگر مذاہب کے لوگ یہاں آباد ہیں، حکومت کا مسلمانوں کے ساتھ تعصب برتنا، انہیں بڈھسٹ دہشت گردوں کے سفاکانہ سلوک کا نشانہ بننے دینا اور ان کی جان ومال کی حفاظت سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری نہ کرنا، عالمی انسانی حقوق کی رو سے مجرمانہ سلوک ہے، میانمار میں عام طور سے امن وامان ہے اور حکومت کی گرفت مضبوط ہے لیکن روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ درندگی کا یہ سلوک، حکومت اور سیکورٹی اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمان اور مہذب دنیا اس بربریت کو مزید برداشت نہیں کرے گی —— اس لئے میانمار کی حکومت اپنی اخلاقی، قانونی اور انتظامی ذمہ داریوں کو منصفانہ بنائے اور اس درندگی کو روکے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

{ ..... ایاتها ۱۲۰	سورة المائدة	..... رکوعاتها ۱۶ ..... }

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَـٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَـٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ

بیشک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ تمام نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، اسی کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور تمام اللہ والے اور علما بھی (اسی پر عمل کرتے رہے) کیونکہ ان کو اللہ کی کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا، اور وہ اس کے گواہ تھے۔ لہٰذا (اے یہودیو!) تم لوگوں سے نہ ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، اور تھوڑی سی قیمت لینے کی خاطر میری آیتوں کا سودا نہ کیا کرو۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں۔ (۴۴) اور ہم نے اس (تورات میں) ان کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت۔ اور زخموں کا بھی (اسی طرح) بدلہ لیا جائے۔ ہاں جو شخص اس (بدلے) کو معاف کردے تو یہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ ظالم ہیں(۱)۔(۴۵)
اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، اور جو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی اور متقیوں کے لئے سراپا ہدایت ونصیحت بن کر آئی تھی۔

(۱) دوسرا واقعہ ان آیات کے پس منظر میں یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو قبیلے آباد تھے، ایک بنوقریظہ اور دوسرے بنونضیر۔ بنونضیر کے لوگ مال دار تھے اور بنوقریظہ کے لوگ مالی اعتبار سے ان کے مقابلے میں کمزور تھے۔ اگرچہ دونوں یہودی تھے، مگر بنونضیر نے ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان سے یہ ظالمانہ اصول طے کرالیا تھا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کرے گا تو قاتل سے جان کے بدلے جان کے اصول پر قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ وہ خوں بہا کے طور پر ستر وسق کھجوریں دے گا (وسق ایک پیمانہ تھا جو تقریباً پانچ من دس سیر کا ہوتا تھا) اور اگر بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنونضیر کے کسی شخص کو قتل کرے گا تو نہ صرف یہ کہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، بلکہ اس سے خوں بہا بھی لیا جائے گا، اور وہ بھی دگنا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک واقعہ پیش آیا کہ قریظہ کے کسی شخص نے بنونضیر کے ایک آدمی کو قتل کردیا۔ بنونضیر نے جب اپنی سابق قرارداد کے مطابق قصاص اور خوں بہا دونوں کا مطالبہ کیا تو قریظہ کے لوگوں نے اسے انصاف کے خلاف قرار دیا اور تجویز پیش کی کہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا جائے، کیونکہ انہیں یہ بات معلوم تھی اور وہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دین انصاف کا دین ہے۔ جب قریظہ کے لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو بنونضیر نے کچھ منافقین کو مقرر کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر رسمی طور پر آپ کا عندیہ معلوم کریں، اور اگر آپ کا عندیہ بنونضیر کے حق میں ہو تو فیصلہ ان سے کرائیں، ورنہ ان سے فیصلہ نہ لیں۔ اس پس منظر میں یہ آیت بتارہی ہے کہ تورات نے تو واضح طور پر فیصلہ دیا ہوا ہے کہ جان کے بدلے جان لینی ہے، اور اس لحاظ سے بنونضیر کا مطالبہ سراسر ظالمانہ اور تورات کے خلاف ہے۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی

یادیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وعلی کل من تبعھم باحسان إلی یوم الدین

تمہید

میرے بہت سے دوستوں اور کرم فرماؤں نے میرے سفرنامے پڑھنے کے بعد مجھ سے فرمائش کی کہ میں اپنی آپ بیتی لکھوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ اسے ان حضرات کی محبت کا ایک شاخسانہ سمجھ کر اس پر کبھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا، کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ سوانح حیات بڑے آدمیوں کی لکھی جاتی ہے جن کی زندگی میں دوسروں کے لئے کوئی سبق ہو۔ مجھ جیسا شخص جو اپنی سابق زندگی پر نظر ڈالے، تو اسے اپنے اعمال پر ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو، اس کی سوانح سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

اب سے تین سال پہلے مجھ سے میرے انتہائی قابل احترام بزرگ اور دارالعلوم ڈابھیل کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم نے (جن کی خدمات ہندوستان بھر میں بلکہ عالم اسلام کے مختلف خطوں میں پھیلی ہوئی ہیں) حرم شریف میں یہ فرمائش کی، تو اُس وقت بھی میں نے یہی عذر کیا، لیکن اس کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے ڈابھیل پہنچ کر ایک مفصل خط تحریر فرمایا جس میں نہ صرف اپنی طرف سے، بلکہ متعدد دوسرے اہل علم کی طرف سے پوری سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ یہ فرمائش دہرائی گئی تھی۔ یہ مکتوب گرامی درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۷؍جون ۲۰۱۱ء

مخدومنا المحترم والمکرم حضرت اقدس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے حضرت والا بعافیت اور سلامت ہوں، احقر عرصۂ دراز سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت والا کی تصانیف کا گرویدہ رہا ہے، وجہ اس کی صرف اور صرف یہی ہے کہ یہ تصانیف علمائے ربانیین کے مذاق ومزاج کی رعایت سے پُر ہیں، اور ہمارے علماء کی سلامتیٔ فکر اور پاکیزہ خیالات کی ترجمان ہیں، بالخصوص حضرت والا کی دورِ اخیر کی تصانیف کا تو کیا کہنا؟ دینی مزاج کے حاملین ذوق وشوق اور بڑی رغبت سے پڑھتے ہیں، کئی اشاعتیں ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہیں، جب تصانیف کی مقبولیت کا یہ حال ہے تو صاحب تصانیف کی محبوبیت کا کیا عالم ہوگا؟ اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں، سال گزشتہ اسی ماہ جولائی میں ہندوستان کا سفر ہوا تھا، جس میں یہاں کے باشندوں کی وارفتگی کا مشاہدہ حضرت والا خود فرما چکے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد حضرت والا کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست عرض کرنا چاہتا ہوں جو صرف احقر ہی کی نہیں؛ بلکہ دین سے وابستہ بہت بڑے طبقہ کی دلی دھڑکن ہے، اگر درخواست کو عملی جامہ پہنایا جائے تو بڑی تشنگی دور ہوگی، اہل علم کا بہت بڑا طبقہ دلی دعائیں دے گا، اور ان کو چراغ راہ ہاتھ لگے گا، اس مشعلِ راہ سے اہل علم اپنی زندگی کے عقدۂ لاینحل حل کیا کریں گے۔

درخواست یہ ہے کہ حضرت والا اپنی آپ بیتی تحریر فرمادیں، اپنی آپ بیتی لکھنے کے متعلق ہمارے اکابر کا طریقہ بطور دلیل آپ کے سامنے پیش کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے، اس لئے ان کی خودنوشتہ سوانح حیات اور آپ بیتی کے

نام لکھنے کی جسارت کرنے سے قاصر ہوں؛ البتہ ایک بات جو احقر کے ناقص خیال میں آئی، وہ یہ ہے کہ زندوں کی سوانح نسل حاضر کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین میں زیادہ مفید ہے۔ اکابرین کی زندگی ہی میں ان کے کمال اور ہنر کی صحیح معرفت کے بعد (یعنی منظر عام پر تحریری شکل میں آنے کے بعد) ان سے بلا واسطہ اور بروقت فائدہ اٹھا کر ان کے کارناموں اور ان کی روشن کی ہوئی شمعوں سے زیادہ کام لیا جاسکتا ہے، اور دین و دنیا کی ترقی کی منزلیں زیادہ آسانی اور تیزی سے طے کی جاسکتی ہیں، کیونکہ وفات یافتہ حضرات کے حوالہ سے دیکھا جائے، تو سچ یہ ہے کہ ان کی سیرت وکردار کے دفاتر صرف "نظریہ" ہوتے ہیں؛ متشکل اور "متحرک نمونۂ عمل" نہیں ہوتے؛ اس لئے ان کی سیرت اور کردار کا مطالعہ کرنے والے کے لئے (بالخصوص ان کے لئے جو ان کے عہد کو نہ پاسکیں) ایک بہت بڑا سوال یہ ہوتا ہے کہ ہمیں کون بتائے گا کہ اس سیرت وکردار کو کس طرح عملی جامہ پہنایا جائے؟ جبکہ زندوں کے حوالہ سے کہا جاسکتا ہے کہ "نظریہ" اور "نمونۂ عمل" دونوں موجود ہیں۔

"کتاب مبین" کے ساتھ "نور عظیم" خود رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ کا وضع کردہ قانون ہے، اور اللہ جل شانہ نے خود ہی اس کی راہ دکھائی اور مخلوق کو اس پر چلایا ہے، نیز اس کے بندوں نے اس کو طبعی طور پر قبول کر کے اس پر عمل کیا ہے، امید ہے کہ اس قانون فطرت کی لاج رکھ کر احقر کی درخواست کی طرف توجہ منعطف فرمائیں گے۔

احقر کی درخواست کسی معمولی شخصیت کی آپ بیتی لکھنے کی نہیں؛ بلکہ ایسی عظیم شخصیت کے حوالہ سے ہے جس کی علمی اور دینی خدمات اور تصنیفی کارنامے دنیا کے سامنے ہیں، اور پورا عالم اسلام ان کے احسانات کے زیر بار ہے، جس نے تنہا صرف ایک آدمی کا نہیں بلکہ ایک مکمل انجمن کا کام کیا ہے، جس کی نظیر اس عہد میں

نہیں ملتی۔

ممکن ہے کہ بعض خردہ گیر طبیعتیں (جن سے ماضی قریب میں حضرت والا کو واسطہ پڑا) اس آپ بیتی پر خودنمائی اور کارناموں کی بے جا تشہیر کا عنوان لگائیں، اور ان کو اس میں تفاخر اور مبالغہ آرائی کی بو آئے؛ لیکن چند گنے چنے معترضین کی الزام دہی کی وجہ سے جن سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا اور جن کی ملامت سے کوئی بچ نہیں سکا ان اہل ذوق اور فدائیوں کو اس سرمایہ سے محروم کرنا صحیح نہ ہوگا جن کی تعداد 'لا تعد ولا تحصی' ہے، اور جو اس جیسی آپ بیتی کو سرمایۂ بصیرت بنانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔علوم دینیہ اور مدارس عربیہ کے طلباء سے لے کر حکومتی ایوانوں اور کچہریوں کے خادموں اور ملک وبیرون ملک کے ہر فرد بشر کے لئے اس میں عبرت وبصیرت اور ذکر وموعظت کا بڑا سامان ہے۔

جب حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنی تصنیف "اشرف السوانح" میں غیر معمولی اطناب سے کام لیا، حضرت اقدس مدنیؒ نے "نقش حیات" میں اپنے حالات قلم بند کئے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ بیتی تصنیف فرمائی، تو ان کے معاصرین نے کیسے کیسے تبصرے کئے! کیسی کیسی سرگوشیاں کیں! لیکن یہ سب اکابر ہم اصاغر اور آنے والی نسلوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ناقدین وحاسدین کی خردہ گیری کی سزا آئندہ نسلوں کو نہیں دی، اور تواضع وانکساری اور فنائیت کے پیکر مجسم ہونے کے باوجود اپنے حالات و واقعات، علمی وروحانی کمالات سے اہل ذوق کو محروم نہیں کیا۔

احقر امید کرتا ہے کہ حضرت والا بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں محروم نہیں کریں گے۔

سطور بالا میں احقر نے اپنی دیرینہ دلی آرزو بے ہنگم طور پر صاف صاف لکھنے کی جرأت کی، اس کی وجہ بھی بالکل حضرت والا کی عنایات وشفقتیں ہیں، جب جب

بھی ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی، احقر نے دیکھا کہ حضرت والا کی خُرد پروری اور ذرہ نوازی روز افزوں ہے، ممکن ہے اس تحریر میں ادب ملحوظ نہ رہ پایا ہو اور کوئی نامناسب جملہ نکل گیا ہو، اگر حضرت والا ایسا محسوس فرمائیں، تو میں حضرت والا کی خدمت میں بصد ادب و نیاز معافی کا خواست گار ہوں، اور دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی شخصیت کو عالم اسلام کی خدمت کیلئے دیر تا دیر بعافیت زندہ وسلامت رکھے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

املاہ : العبد احمد عفی عنہ خانپوری

خادم دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات، الہند۔

اس مکتوب گرامی کے ساتھ ایک مزید تحریر بھی تھی جس میں جامعہ ڈابھیل کے ایک صالح استاد کے قلم سے ان کا ایک خواب بیان کیا گیا تھا جو بندے کے لئے ایک بشارت پر مشتمل تھا۔ اسکو محض تحصیل سعادت کے لئے نقل کررہا ہوں، جس کے بارے میں حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مقولہ پوری طرح پیش نظر ہے جو میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر میں دیکھا تھا۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ بات مشہور ومعروف ہے کہ وہ تعبیر خواب کے امام ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ " :الرؤیا تسرّ ولا تغرّ."یعنی خواب خوش کرنے کے لئے تو ٹھیک ہے، لیکن اس سے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے، کیونکہ کسی شخص کی مقبولیت عنداللہ کا اصل مدار کسی خواب پر نہیں ہوتا، بلکہ اس کے بیداری کے اعمال پر ہوتا ہے۔ البتہ اُسے فال نیک سمجھ کر اس سے خوش ہو جانے کی حد تک ٹھیک ہے، بشرطیکہ اُسے اعمال صالحہ اور اتباع سنت میں اضافے کا ذریعہ بنایا جائے۔

اس وضاحت کے ساتھ حضرت مدظلہم کی یہ تحریر بھی جو ان کے خط کے ساتھ منسلک تھی، ذیل میں نقل کرتا ہوں :

۲۴رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج سے پانچ سال پہلے ہمارے جامعہ کے درجہ حفظ کے ایک مدرّس (جو صالح اور

معمولات کے پابند ہیں) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، وہ خواب انہیں کے الفاظ میں (بغیر تغیر یسیر) نقل کیا جاتا ہے:

"بندہ شبیر احمد نرولی نے ایام حج (ذی الحجہ) میں ایک خواب دیکھا تھا، اس کے متعلق تعبیر مطلوب ہے۔ خواب کی تفصیل اس طرح ہے کہ بندہ نے بوقت تہجد یہ محسوس کیا کہ جامعہ ڈابھیل میں خانقاہ کا سلسلہ جاری ہے، اور بندہ بھی گاؤں میں بڑھا کر وقتاً فوقتاً شریک ہوتا ہے، تو میں مسجد جامعہ آیا تو پتہ چلا کہ مسجد کے حی علی الفلاح والی جانب داخل ہوتے ہی پہلے دروازے کے قریب پہلی کھڑکی کے پاس پنکھے کے نیچے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اس درمیان بعض نے ملاقات کا شرف حاصل کیا، بندہ نے بھی ملاقات کی، پھر تھوڑی دیر تک اور آنے والے حضرات نے ملاقات کی، بندہ کو مزید شوق ہوا ملاقات کا تو دوبارہ آگے بڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر کچھ جلدی سے اٹھ بیٹھے اور ملاقات کا شرف بخشا اور ارشاد فرمایا: خیریت سے ہو؟ بندہ نے بحمد اللہ سے جواب دیا، پھر کچھ ہی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چائے لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائی، بندہ کے دل میں خیال آیا میں بھی کچھ گھر سے منگواؤں، میں نے ایک طالب علم کو اشارہ سے بتلایا: جلدی سے جا کر گھر سے کھانا لے آؤ، تو وہ فوراً گھر سے مرغی کا گوشت اور روٹی لایا، میں نے ادباً پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا، میں بہت خوش ہو رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر تناول فرمایا، تو مجھے ہجرت والا قصہ یاد آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے گھر دودھ تناول فرمایا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا نوش فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے اور میں خوش ہو گیا، وہی جذبہ میرا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف پہلی کھڑکی کی طرف توجہ فرمائی،

اس پر ایک کتاب انوار نبوت (معنفہ مفتی شبیر صاحب) تھی، مجھ سے فرمایا: کتاب لاؤ! میں نے پیش کی، اور ساتھ ہی کھول کر بتلانے لگا، اور ادبا عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی ہر کتاب مدلل ہوتی ہے، مفتی صاحب ہر حدیث کا حوالہ جلد نمبر، صفحہ نمبر، سطر نمبر سب لکھتے ہیں، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہندوستان میں مفتی شبیر اور پاکستان میں مفتی محمد تقی عثمانی بہت اچھا کام کر رہے ہیں، اس کے کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے حی علی الصلاۃ والی جانب تشریف لائے، پہلی کھڑکی کے پاس کچھ حضرات کھانا کھا رہے تھے، چاول اور دودھ ملا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک الگ رکھا اور شریک ہوگئے، اتنے میں مولانا عبد اللہ کاپودروی صاحب تشریف لائے، ملاقات کی، فرمایا: یارسول اللہ! آپ نے خلاف معمول عصا رکھ دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بھائی! کسی کی خاطر صدمہ برداشت کرنا چاہیے۔ اس درمیان بہت سے علماء حضرات موجود تھے، حضرت والا مفتی احمد صاحب مدظلہ بھی شریک تھے، بات چل رہی تھی، فجر کی اذان کی آواز آئی اور بندہ کی آنکھ کھل گئی"۔

اس خط کے ملنے کے بعد میں نے حضرت مفتی صاحب مدظلہم کو یہ جواب دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کا گرامی نامہ بذریعہ ای میل ایسے وقت ملا جب سفر برطانیہ کیلئے پابرکاب ہوں، اس سے پہلے متعدد احباب کی طرف سے جب بھی اپنی آپ بیتی لکھنے کی تجویز آئی، بندہ نے اُسے سختی کے ساتھ اس لئے رد کیا کہ حقیقۃً بندہ اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ اپنے حالاتِ زندگی لکھے جائیں، اور دوسرے اہم کام ہر وقت سامنے رہتے ہیں، لیکن آنجناب نے جس اندازِ مشفقانہ میں یہ خط تحریر فرمایا

ہے، اسے پڑھنے کے بعد پہلی بار اس تجویز پر سنجیدگی سے غور کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ حقیقت تو اب بھی وہی ہے کہ ایک مکھی مچھر کی آپ بیتی کسی کو کیا نفع پہنچائے گی؟ لیکن آنجناب نے جن پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے، اُن میں بعض ایسے ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے سوچنے لگا ہوں، ایک خیال اب بھی بڑی رکاوٹ ہے، اور وہ یہ کہ باقی ماندہ عمر میں کچھ دوسرے کام تالیف کے سلسلے میں پیش نظر ہیں، سوال یہ ہے کہ اوقات کو اُن کاموں میں صرف کرنا زیادہ بہتر ہے یا اس کام میں؟ کسی وقت موقع ہوا تو ان شاء اللہ اس پر آنجناب سے زبانی رہنمائی لوں گا۔

جو خواب آنجناب نے نقل فرمایا ہے، اسے پڑھ کر عجیب کیفیت ہوئی جو الفاظ سے بالاتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بندہ کو اُس کا اہل بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ مفتی شبیر صاحب مدظلہم اور ان کی تصانیف دیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ بندہ ان سے ناواقف ہے۔ ہو سکے تو ان کے بارے میں چند سطور تحریر فرمادیں۔

والسلام

محمد تقی عثمانی

۱۴۳۲/۸/۶ھ

اسکے بعد ایک اور مرتبہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا یہ خط موصول ہوا:

باسمہ تعالیٰ

بخدمت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

عافیت خواہ بعافیت ہے، خدا کرے حضرت والا بخیر و عافیت ہوں۔

احقر نے ماہ شعبان المعظم میں حضرت والا سے آپ بیتی مرتب کرنے کی بذریعہ عریضہ درخواست کی تھی جسے حضرت والا نے بالمشافہ اور تحریراً شرفِ قبولیت سے مشرف فرمایا۔ فجزاکم اللہ أحسن الجزاء۔

ماہِ مبارک میں مکہ معظمہ میں باریابی کا شرف حاصل ہوا، اس وقت حضرت والا نے فرمایا تھا" آپ بیتی شروع کردی ہے"۔

اپنے مقام (انڈیا) پہنچنے کے بعد حضرت والا کا نوازش نامہ احقر کے نام آیا اس میں بھی اس سلسلہ میں سنجیدگی سے سوچنا تحریر فرمایا ہے۔

احقر کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اس کو عملی جامہ پہنانے سے بڑی مسرت ہوئی اور حضرت والا کی خورد نوازی کا احساس بھی۔

یہاں جس کسی کو یہ بات معلوم ہوئی بڑا خوش ہوا اور دعا گو ہے کہ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ آگے بڑھا کر جلد از جلد تکمیل فرمائے۔ (آمین)

حضرت والا نے اپنے مکتوب گرامی میں جو یہ تحریر فرمایا ہے:

"ایک خیال یہ بھی بڑی رکاوٹ ہے اور وہ یہ کہ باقی ماندہ عمر میں کچھ دوسرے کام تالیف کے سلسلہ میں پیش نظر ہیں، سوال یہ ہے کہ اوقات کو ان کاموں میں صرف کرنا زیادہ بہتر ہے یا اس کام میں"؟

اس کا اصل جواب تو حضرت والا ہی جانتے ہیں احقر کے ناقص خیال میں یہ ہے:

(1) تالیف کے کام حضرت والا اپنی زیرِ نگرانی کروالیں، اور آپ بیتی کا کام بذات خود انجام دیں: اس لئے کہ اول الذکر کام کی انجام دہی اور اس میں نقص کی صورت میں تلافی اہل علم کے بس میں ہے۔ جب کہ ثانی الذکر کام میں یہ نہیں ہوسکتا، احوال کی صحیح تصویر کشی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اگر کوشش کرے گا بھی تو افراط وتفریط کا امکان ہے، جیسا کہ بعض سوانح نگار اس کا شکار ہوئے ہیں۔

(2) حضرت والا کے بیان سے ایسے امر کا حل ہزاروں انسانوں نے سیکھا، عمل کیا ور مفید پایا۔ حضرت والا ہی کے الفاظ "اصلاحی خطبات" سے نقل کرتا ہوں۔

"کام کرنے کا بہترین گُر"

ہمارے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جو

کام فرصت کے انتظار میں ٹال دیا وہ ٹل گیا، وہ پھر نہیں ہوگا؛ اس واسطے کہ تم نے اس کو ٹال دیا۔ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو ٹھونسا دو، یعنی وہ دو کام جو تم پہلے سے کر رہے ہو، اب تیسرا کام کرنے کا خیال آیا، تو ان دو کاموں کے درمیان تیسرے کام کو زبردستی گھسادو، وہ تیسرا کام بھی ہو جائے گا ۔ اور اگر یہ سوچا کہ ان دو کاموں سے فارغ ہو کر پھر تیسرا کام کریں گے تو پھر وہ کام نہیں ہوگا۔ یہ منصوبے اور پلان بنانا کہ جب یہ کام ہو جائے گا تو پھر یہ کام کریں گے یہ ٹالنے والی باتیں ہیں۔ (اصلاحی خطبات: ۱/ ۵۳)

مذکور بالا دو حل پیش کرنے کی جرأت اور ہمت مکتوب گرامی کے الفاظ " کسی وقت موقع ہوا تو ان شاء اللہ اس پر آنجناب سے زبانی رہنمائی لوں گا" سے ہوئی، ورنہ ایسے امور میں کسی چھوٹے کا اپنے بڑے کو مشورہ دینا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

مکتوب گرامی میں از راہِ تواضع تحریر فرمایا ہے:

"حقیقت تو اب بھی وہی ہے کہ ایک مکھی مچھر کی آپ بیتی کسی کو کیا نفع پہنچائے گی"

احقر کے خیال میں مذکورہ جملہ بڑا معنی خیز ہے اس کے جواب میں بس اتنا کافی ہے کہ اگر مکھی میں نفع نہ ہوتا، تو قرآن کریم کی ایک سورت "النحل" کو اس کے نام سے موسوم نہ کیا جاتا۔

ایک اور نکتہ ذہن میں آرہا ہے، وہ یہ کہ مکھی مچھر دونوں اڑنے والے جانور ہیں۔ حضرت والا کی آپ بیتی درحقیقت جگ بیتی ہے۔ اہل علم میں سے شاید ہی کسی نے اتنا طیران الارض کیا ہو جتنا حضرت نے فرمایا ہے۔ کتاب "جہانِ دیدہ" اور "دنیا مرے آگے" اس کا بین ثبوت ہے۔ حضرت کے سفرناموں کا جب یہ حال ہے کہ ؎ لذیذ بود حکایت، دراز تر گفتم

تو آپ بیتی کا کیا حال ہوگا؟ اس کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

بہر حال مکرر درخواست ہے کہ آپ بیتی تحریر فرمانے کا جو سلسلہ جاری فرمایا ہے اس کی تکمیل ضرور فرماویں۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے سایہ عاطفت کو دیر تا دیر بعافیت وسلامت باقی رکھیں اور اوقات میں برکت نصیب فرماویں۔

املاہ العبد احمد عفی عنہ خانپوری

خادم دار الافتاء والتدریس

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بتاریخ ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

اس مکتوب میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس بندۂ عاجز کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے، وہ تو یقیناً ان کے حسن ظن اور محبت کا اثر ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اس مکتوب گرامی کے ساتھ دل میں ایک اور خیال نے مجھے اس فرمائش پر عمل کا داعیہ پیدا کیا۔ اور وہ یہ کہ میرے کچھ محبت کرنے والوں نے اپنی محبت کے تقاضے سے میری سوانح اردو اور عربی میں مرتب فرمائی ہیں، اور انہیں دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ان کی محبت نے بہت سے معاملات میں انہیں مبالغے پر آمادہ کر دیا ہے، نیز بعض موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے ان معاملات کا پورا پس منظر اور تفصیلات ان کے سامنے نہیں آسکیں، اور ان کی صحیح حقیقت میرے علاوہ شاید کوئی اور بیان نہ کر سکے۔ اس لئے ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہی مناسب ہے کہ میں خود اپنے قلم سے ان کی حقیقت واضح کروں۔

دوسری طرف جو چیز میرے لئے بہت بڑے مانع کی حیثیت رکھتی تھی، وہ یہ کہ متعدد تالیفی خدمات میرے پیش نظر تھیں جنہیں چھوڑ کر اپنی ذاتی داستان چھیڑ دینا طبیعت پر بار تھا۔ ان دونوں جہتوں میں تطبیق کے لئے ہی میں نے حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں اپنے سفروں کے دوران ان کی فرمائش کو پورا کرتے ہوئے عمر رفتہ کی یادیں قلمبند کرنے کی کوشش کروں گا۔

چنانچہ میں نے جواب میں مندرجۂ ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر معظم حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کا گرامی نامہ بذریعہ ای میل موصول ہوا، اور تعمیلِ ارشاد کی خاطر اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر ارادہ کرلیا ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کام فی الحال سفروں کے دوران شروع کردوں گا۔ آنجناب حج کے سفر پر روانہ ہورہے ہیں، بندہ دست بستہ دعاؤں کا ملتجی ہے، اور اگرچہ معلوم ہے کہ آنجناب اس ناکارہ کیلئے دعا فرماتے ہی ہیں، لیکن پھر بھی درخواست کرنے کو دل چاہتا ہے، اور یہ دعا بھی فرمائیں کہ اگر اس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو اسے بعافیت مکمل اس طرح کرنے کی توفیق عطا فرمائیں کہ دوسرے کاموں کا بھی حرج نہ ہو۔ نیز روضۂ اقدس پر اس ناکارہ کا سلام عرض کرنے کی بھی درخواست ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو حج مبرور کی سعادتوں سے مالا مال کرکے بعافیت واپس لائیں، اور بایں فیوض تا دیر آپ کا سایۂ عاطفت ہم پر قائم رکھیں۔ آمین۔ والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

۲۸/ذوالقعدۃ ۱۴۳۲ھ

چنانچہ اس صورت پر عمل کرتے ہوئے میں نے جہازوں اور سفر کی قیام گاہوں پر یہ کام شروع کیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہم سے پھر ملاقات ہوئی، تو اس کا ایک معتد بہ حصہ مکمل ہو چکا تھا۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کو اس کی اطلاع دی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس سلسلے کو اپنے ماہنامے "البلاغ" میں قسط وار شائع کرنا شروع کردوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اگلے مہینے سے یہ سلسلہ البلاغ میں شروع کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے والوں کے لئے نافع اور مفید بنائیں۔ آمین۔

مرغوب الرحمٰن سہارنپوری

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، کچھ یادیں کچھ باتیں

شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶ رویں اور جولائی ۲۰۱۷ء کی ۱۱ رویں تاریخ تھی، منگل کا دن تھا، گھڑی تقریباً صبح کے نو بجا رہی تھی، جب امیر المومنین فی الحدیث، فقیہ نبیل، عظیم محقق، بے مثال بزرگ، استاذ مکرم، مخدوم محترم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) نے آخری سانس لیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمیٰ۔ اپنے شاگردوں، مریدوں اور متوسلین و منتسبین کو حالت یتیمی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

ایک آسرا تھا دید کا باقی سومٹ گیا!

ہزاروں دلوں نے بے ساختہ کہا ع

ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر

حضرت شیخ اپنے علمی و فکری، تعلیمی و تربیتی انداز، وسیع معلومات، عمیق تحقیقات، کردار مومنانہ، جذبۂ قلندرانہ، ذوق خدائی و لذت آشنائی، عشق مصطفائی و محبت مجتبائی میں یکتائے زمن تھے۔ آپ کی تعزیت کرنے والا، آپ پر لکھنے والا، آپ کی شخصیت پر بولنے والا، ششدر و حیران رہ جاتا ہے کہ آغاز کہاں سے کیا جائے، یہی حال میرا بھی ہے، متنوع کمالات میں سے ہر کمال، دل و دماغ اور قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ستاتا ہے کہ کہاں میری آڑی ترچھی لکیریں، اور کہاں ہمارے حضرت کی شخصیت:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

ایک وجہ یہ بھی ہے جس کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۲۱ھ/۲۰۰۲ء) نے تحریر فرمایا:

''کسی ایسی شخصیت کے اوصاف وکمالات کے بارے میں قلم اٹھانا، جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو، یوں بھی بہت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ ہے کہ ناواقف قارئین کو مبالغہ آرائی کا گمان گزرتا ہے، اور اہل نظر کو سطحیت، کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے۔ (شخصیات وتاثرات، ۱۹۸/۱)

بس اپنے بڑوں کے حکم کی بجا آوری میں کچھ یادیں اور کچھ باتیں سپرد قرطاس کرنے لگا ہوں یہ سوچ کر کہ حقیر کی کوئی تحریر حضرتؒ کی شایان شان نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں، بلکہ اس بات کے مکلف ہیں کہ جیسے تیسے بن پڑے اپنے جذبات عقیدت ومحبت کا اظہار کریں، اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے بیش تر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کی زبان سے نکلے گہر یہاں بکھیر دوں، جن کا ایک ایک لفظ سند کا درجہ رکھتا ہے، اور ایک ایک تحریر مبالغہ آرائی سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اپنے مخدوم مکرم اور مربی محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (م۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) کی صفات وکمالات کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا تھا وہ پیش خدمت ہے:

''حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے لیے مناسب الفاظ وتعبیرات مل سکتی ہیں، عام لوگ انہیں اخباری اصطلاح میں بس ایک ''ممتاز عالم دین اور عظیم رہنمائے ملت'' کی حیثیت سے جانتے تھے، عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت وبلاغت اور وسعت معلومات کا لوہا مانتی تھی، اہل علم ان کے فضل وکمال، ان کے زہد وتقویٰ، ان کے اخلاص وعزیمت اور ان کی شہامت ونجابت کے معترف تھے .... اہل زیغ، ملاحدہ وزنادقہ ان کے ضرب ید اللّٰہی سے لرزاں تھے، طلبہ ان کے حدیثی، تفسیری، فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے، احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم اور حسن تبسم پر گرویدہ تھے، مگر سچی بات یہ ہے کہ

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست　　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر ''بسیار شیوہ ہا'' رکھتی، ان کی ایک ایک جنبش لب بجلیاں گراتی تھی، ان کا ایک ایک نقش پا جادہ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل وفہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد وزاہد تھے، متقی وپرہیزگار تھے، جری وبہادر تھے، نڈر، حق گو، فیاض اور سخی تھے، انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا، اوران کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کردیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کردیئے جائیں تو وہ محاسن سے مالا مال ہوجائے۔ (ماہنامہ بینات کراچی بنوری نمبر، ۸-۸۰۷)

اسی کے ساتھ ساتھ احقر حضرت مولانا منظور نعمانی (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) کے الفاظ مستعار لے کر کسی قدر تبدیلی کے ساتھ عرض کرتا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''یوں تو اس وقت (حضرت شیخؒ کی مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں) مظاہر علوم کے سبھی بڑے اساتذہ باکمال، اپنے اپنے فن کے امام اور صلاح وتقویٰ اور تعلق باللہ میں بھی صاحب مقام تھے، لیکن ان میں اس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ (۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کا خاص الخاص مقام تھا، جنہوں نے نہیں دیکھا وہ غالباً یہ تصور بھی نہیں کرسکیں گے کہ چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں اس شان کا بھی کوئی متبحر عالم ہوسکتا ہے ـــــ ان کی (حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ- ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) علمی جلالت کا کچھ اندازہ ان کے معاصر اور قرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۹۶ھ/ ۱۹۴۹ء) کی اس شہادت سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنی جلیل القدر تصنیف ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' میں ایک جگہ ان الفاظ میں ادا کی ہے۔ (مندرجہ ذیل خوبیاں ہمیں اپنے حضرت شیخؒ میں بھی نظر آتی تھیں، اس لیے یہ اقتباس پیش خدمت کررہے ہیں،

ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے لائق شاگرد حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب بجنوری نے فرمایا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا علم مولانا یونس صاحب کی طرف منتقل ہوا ہے):

الشیخ التقی النقی الذی لم تر العیون مثلہ، ولم یرھو مثل نفسہ ولو کان فی سالف الزمان، لکان لہ شان فی طبقۃ اھل العلم عظیم۔ (۳۳۵/۱)

''وہ صاحب تقویٰ اور پاک سیرت شیخ جس کی کوئی دوسری مثال لوگوں کی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور خود اس نے بھی اپنی کوئی مثال نہیں دیکھی اور اگر وہ پچھلے دور میں ہوتے تو اہل علم میں ان کی بڑی عظیم شان ہوتی''۔

جن اصحاب نظر نے ممدوح کو کچھ مدت تک قریب سے دیکھا، ان سب کا احساس یہی ہوگا کہ وہ علوم دین کے بحر زخار اور ورع و تقویٰ کے لحاظ سے ان خاصان خدا میں سے تھے، جن کی من جانب اللہ منکرات و معاصی سے حفاظت فرمائی جاتی ہے ....صورت بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حسین و جمیل اور معصومانہ بنائی تھی کہ دیکھنے والے بے ساختہ کہہ اٹھیں ''ان ھذا الاملک کریم''۔

(تحدیث نعمت: ص: ۳۳)

بہر حال حضرت میں بہت سی صفات ستودہ اور عادات محمودہ تھیں جن میں سے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت سادگی اور عاجزی وانکساری بھی تھی، آپ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے، اور آپ کے یہاں کر و فر نام کی کوئی چیز نہ تھی، اتنے اونچے درجہ اور مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنی غربت وغیرہ کے واقعات برملا اور بلا جھجک سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ دوران درس اپنی غربت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''بچو! کپڑے دھونے کو صابن کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے، جہاں طلبہ کپڑے دھوتے، تو اس سے آگے جا کر بیٹھ جاتا، ان کے کپڑوں سے صابن کا جو پانی آتا اس سے کپڑے دھوتا''۔

حضرت شیخ کی زندگی عبدیت وفنائیت اور بے نفسی وکسر نفسی کا مرقع تھی، اور ایک خاص عادت یہ تھی کہ اپنے متوسلین ومریدین اور معلمین ومنتسبین سے معافی مانگتے، یہ صفت آج کے دور میں نظر نہیں آتی بلکہ عنقا ہوگئی، بعض مرتبہ اتنی عاجزی وانکساری سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا کہ معافی مانگنے والا مرید وشاگرد ہے حالانکہ ہوتا اس کے برعکس تھا، ذرا ذرا سی چھوٹی چھوٹی باتوں پر معافی مانگتے، ایک مرتبہ خود اپنے شاگرد وخادم کے بارے میں فرمایا کہ اس کی چپل پر میری چپل رکھی گئی تو میں نے اس کو بلا کر معافی مانگی، اس واقعہ سے جہاں آپ کی سادگی وانکساری کا پتہ چلتا ہے وہیں فکر آخرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے ؎ لکھنؤ میں نہیں نفاست اب

لیکن دوسری طرف حضرت شیخ نظافت ونفاست کا حسین مرقع تھے۔ لباس، خوراک اور طرز بود وباش کا سلیقہ وقرینہ اتنا متأثر کن ہوتا کہ آدمی اس کے سحر میں جکڑ جاتا، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل و حرکت میں حسن وجمال کی چمک اور نفاست ونظافت کی جھلک تھی، گویا آپ ان کا حسین سنگم تھے، اور "ان اللہ جمیل یحب الجمال" (مسلم:۱۳۱) کا نمایاں مظہر تھے۔ کتابوں کی حفاظت اور استعمال کا اونچا ذوق تھا، سالوں آپ کے استعمال میں آنے والی کتاب ایسی صاف ستھری ہوتی گویا کہ نئی ہے، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئی، نہ کتاب کھولنے کے نشان اور نہ انگلی لگنے کے۔

بعض حضرات کو سادگی اور نفاست میں تضاد لگتا ہے لیکن ایسا نہیں اس کے لیے حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی تحریر پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں کہ:

> "بعض لوگ شاید بذاذت (حدیث میں ہے، البذاذة من الایمان) (ابو داؤد:۴۱۶۱) کے یہ معنی سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت ہو، بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے، حالانکہ میلے پن سے بذاذت کا کوئی علاقہ نہیں۔ (خطبات حکیم الامت، ۱۳/۴۳)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسین الصوت اور جہیر الصوت بنایا تھا اور گفتگو کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا، آپ کی رس گھولتی آواز سے دارالحدیث گونج اٹھتا تھا، جب آپ کی طبیعت میں انبساط ونشاط ہوتا تو ایسا لگتا

جیسے کوئی دریا بہ رہا ہو، پس پردہ آپ کی کڑک آواز کو سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کوئی ضعیف العمر شخص گویا ہے۔

بعض مرتبہ حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ نہ میرے رشتہ دار ہیں، نہ میرے شہر میں ایسے تعلقات ہیں (کیونکہ آپ عوام میں نسبۃً گم نام لیکن حقیقۃً انتہائی نیک نام اور نیک کام تھے) پھر فرماتے "میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ میں کون آئے گا؟ لیکن جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے دیکھا کہ "کون" نہیں بلکہ "کون، کون" آیا۔ خوبیاں رہتی ہیں زندہ، خوبیوں والا نہیں۔

ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے، تا حد نگاہ لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، سہارنپور کا تاریخی قبرستان حاجی شاہ کمال کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگدامنی کا شکوہ کر رہا تھا، مجمع دیکھ کر مشہور حدیث ذہن میں گونج رہی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے (خاص) محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو، چنانچہ جبرئیل ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، تو اہل سماء بھی محبت کرنے لگتے ہیں (حتی کہ) پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔
(بخاری: ۳۲۰۹، مسلم: ۲۶۳۷)

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

اور آپ کی وفات کے روز شہر کے گلی کوچوں، اور بازاروں کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر ذہن میں آرہا تھا ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ایک مرتبہ خاکسار بعد مغرب حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے خدام سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ میں نے عرض کیا! ملاقات کے لیے، فرمایا! یہ ملاقات کا وقت نہیں، عصر کے بعد آنا، میں نے عرض کیا! عصر کے بعد موقع نہیں ملتا، شہری طالب علم ہوں، عصر کے بعد گھر چلا جاتا ہوں، اس پر حضرت خاموش رہے اور کچھ نصیحتیں فرمائی، حضرت شیخ یونسؒ ہی کے الفاظ مستعار لے کر عرض کناں ہوں کہ "یہ

حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔

بہت لگتا تھا دل محفل میں ان کی　　　وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

باری تعالی نے آپ کو فیاضی وسخاوت ایسی عطا فرمائی تھی کہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، ایسے ہی دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی اس قدر عطا کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ کے شاگرد و مرید مولانا یعقوب دہلوی (سابق امام مسجد قبا مدینہ منورہ) نے فرمایا، ایک مرتبہ حضرت شیخ کے عرب شاگردوں نے اتنے تحائف و ہدایا دیئے کہ دو تھیلے ریالوں سے بھر گئے، مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سارے ریال مدینہ منورہ ہی میں غرباء میں تقسیم کردو، میں نے عرض کیا کہ حضرت بقدر ضرورت اپنے لیے رکھ لیں، لیکن حضرت آمادہ نہیں ہوئے، اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا، اور اپنا حال یہ تھا کہ واپسی پر مولانا سے فرمانے لگے کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں مجھ سے واپس لو گے۔

ایسے ہی حضرت کے ایک شاگرد کو حضرت کے محبین نے ہزاروں ڈالر ہدیہ دیئے کہ حضرت تک پہنچا دینا، جب ان کی حضرت سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، اور وہ امانت حضرت کی خدمت میں پیش کی، تو فرمایا! میں کیا کروں گا، مسجد نبوی میں جو حفظ کی درسگاہیں لگتی ہیں ان کے طلبہ میں تقسیم کردو۔

اسی طرح وفات سے ایک دن قبل (پیر کو) ہدیہ کے لفافے کھلوائے تو کل 11520 روپے نکلے، تو دس ہزار مدرسہ میں، پانچ سو بیس روپے مکاتب کے لیے اور ایک ہزار روپے اپنے خرچ کے لیے رکھ لئے۔

بلاشبہ آپ فرمانِ نبوی ''**لا حسد إلا في اثنين رجل اتاه الله مالاً فسلطه على هلكته في الحق**''۔ (بخاری:۷۳) ''دو آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو'' کے مصداق تھے۔

اللہ تعالی نے آپ کو ایسی عبقری الصفات شخصیت بنایا تھا کہ ایسے حضرات خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں، آپ کو حافظہ وفہم اور ذکاوت و ذہانت کی وہ دولت عطا کی تھی جو ہمارے کبار محدثین ومحققین اور علمائے مجتہدین کا طرۂ امتیاز تھا، خود ان کے ہمعصروں میں ان کی نظیر شاید ہی کوئی نظر آئے؟ کئی، کئی صفحے

کتابوں کے ایسے فرفر پڑھتے چلے جاتے کہ سننے والا اش اش کرتا رہ جاتا، بعض مرتبہ فرماتے یہ کتاب اتنے سال پہلے دیکھی تھی، بہت سے پیچیدہ اور گنجلک مسائل چٹکیوں میں حل فرما دیتے، زمانہ طالب علمی ہی سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ جب جلالین پڑھتے تھے تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) نے طلبہ سے پوچھ لیا کہ فلاں دن جو میں نے تقریر کی تھی، وہ سناؤ، کیا تھی؟ سب طلبہ خاموش حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا، مولانا یونس صاحب نے من وعن وہ تقریر سنا دی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ (۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) کو حدیث کا حوالہ درکار تھا متعدد علمائے کرام سے دریافت کیا لیکن معلوم نہ ہو سکا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کو لکھا تو بڑے حضرت شیخ نے شیخ یونس کو تلاش حدیث کے لیے کہا تو چند گھنٹے میں حوالہ تلاش کر دیا، تو بڑے حضرت شیخ نے حضرت مولانا علی میاںؒ کو لکھ کر بھیج دیا تو جب حضرت سہارنپور آئے، تو شیخ یونس صاحبؒ کی زیارت کے خواہش مند ہوئے، تو حضرت شیخ نے ان کو بلایا، اس وقت شیخ یونس ایک لنگی اور ایک بنیان پہنے کرتے میں تھے، تو مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: میں مولانا یونس کو دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت شیخ نے فرمایا: ''یہی تو مولانا یونس ہیں''۔

حضرت شیخ یونسؒ کا معمول یہ تھا کہ اخیر سال میں بعد مغرب بھی درس دیا کرتے تھے، اعلان ہوا کہ آج حضرت شیخ بعد مغرب سبق پڑھائیں گے، احقر کو معلوم نہ تھا کہ مغرب کے متصلاً بعد پڑھائیں گے، احقر سنتوں کے بعد دو نفل کی نیت باندھ بیٹھا، ایک ساتھی نے بتایا کہ شیخ صاحب سبق پڑھا رہے ہیں، احقر پہنچا تو ایک حدیث کی تلاوت ہو چکی تھی، بعد میں حضرت شیخ کے حجرہ شریفہ میں کتاب لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا! ایک حدیث کا سماع چھوٹ گیا، وہ پڑھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا! میں بیمار رہتا تھا، ناغہ ہو جاتا، پورا سماع تو نہ ہو سکا، البتہ اجازت حاصل ہے، پھر فرمایا! کوئی اور حدیث نہیں چھٹی؟ عرض کیا! نہیں بس یہی ایک حدیث چھٹی ہے، فرمایا! چل پڑھ، ایک جگہ غلطی آئی تو فرمایا! یہ حدیث اتنی مرتبہ آ چکی، پھر اس میں سے چند جگہوں کی نشاندہی فرمائی۔

چند سال قبل ایک طالب علم نے عبارت پڑھتے ہوئے ''مروان'' کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھ دیا تو فرمایا! بیس سال پہلے بھی ایک طالب علم نے یہ غلطی کی تھی۔

ہمارے حضرت شیخ کو مطالعہ اور کتب بینی کا عجیب اور عمدہ شوق تھا، ان کو مطالعہ اور تحقیق میں بے پناہ لذت ملتی تھی اور بے تکان مطالعہ فرماتے، مطالعہ کے تعلق سے متقدمین کے متعلق جو کچھ سنا اور پڑھا، وہ حضرت شیخ میں خوب، خوب ظاہر تھا، اور غالباً حضرت شیخ کے ذہن میں ان کے پیر ومرشد اور شیخ حضرت ناظم صاحبؒ (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) کے یہ اشعار گونجتے رہتے ہوں

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ	ہے چشم دل کے واسطے کامل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ	کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

اتنے انہماک سے مطالعہ فرماتے کہ بعض مرتبہ مچھر وغیرہ کافی دیر بیٹھا رہتا اور کاٹتا لیکن آپ کے مطالعہ میں خلل نہ آتا، اسی طرح کوئی ملاقاتی آتا اور سلام وغیرہ نہ کرتا تو آپ کو پتہ ہی نہ چلتا، اور زبان حال سے فرماتے ؂ فمحبوبی من الدنیا کتابی. بعض مرتبہ بیس بیس گھنٹے بے تکان مطالعہ فرماتے، تحقیق وجستجو کی لگن کا حال یہ تھا کہ ایک لفظ تلاش کرنے کے لیے مسند احمد کا چار مرتبہ مطالعہ فرمایا۔

عاشق مطالعہ کے مطالعہ کا سلسلہ لقائے الٰہی تک جاری رہا، آپ نے پیر کے روز بھی مطالعہ فرمایا اور حاشیہ تحریر فرمایا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ہمارے اسلاف واکابر اور بزرگان دین میں حزم واحتیاط اور ورع وتقوی کا جو پہلو نظر آتا تھا وہ حضرت شیخ میں بھی خوب جھلکتا تھا، اس کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک واقعات سپرد قرطاس ہیں:

خود فرماتے ہیں کہ ''لوگ صدقہ کے پیسے دے جاتے ہیں کہ کسی کو دے دینا، بعض مرتبہ وہ ذاتی پیسوں میں مل جاتے ہیں تو میں سارے پیسے (اپنے بھی اور صدقہ کے بھی) صدقہ کردیتا ہوں۔

حضرت شیخ کے لائق فائق شاگرد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ) فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب حضرت کو پچیس ہزار روپے دے کر گئے، چار ماہ بعد بتایا کہ حضرت! وہ زکوۃ کی رقم تھی، حضرت نے فرمایا میں نے تو وہ رقم مہمانوں میں خرچ کردی، پھر اس کے بعد رقم نکالنی شروع کی، خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ روپے دلوا چکے اور کل تقریباً چھ لاکھ روپے دلوا چکے، لیکن پھر بھی فرماتے ہیں کہ'' مجھے اطمینان نہیں ہورہا''۔

ایک مرتبہ کسی سرکاری افسر (غالباً ایم، پی) کی گاڑی میں بٹھادیا گیا، حضرت کو پتہ نہ چلا کہ سرکاری گاڑی ہے، جب آگے چل کر ہارن بجا تو فوراً فرمایا! مجھے اس گاڑی سے اتارو، اتر کر پیچھے عام گاڑی میں سوار ہوئے۔

ہمارے حضرت شیخ کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ اپنی مادر علمی، اساتذۂ کرام اور محبین و محسنین کے احسان شناس اور قدرداں رہے اور زندگی بھر ان کے احسان چکاتے رہے، اور ساتھ ہی معترف بھی رہے، اپنی مادرعلمی مظاہرعلوم کو برابر رقم اور قیمتی کتابوں کے ہدیے سے نوازتے رہے۔

حضرت نے اپنا مکان (واقع اسلام آباد) مادرعلمی مظاہرعلوم وقف کے لئے وقف کردیا، اسی طرح ایک بڑی زمین جو کہ بہٹ (سہارنپور کا ایک قصبہ) میں واقع ہے مدرسہ کو عنایت فرمادی، اور سرکاری کارروائی کے لیے خود بنفس نفیس بہٹ تحصیل تشریف لے گئے، اور گھنٹوں وہاں موجود رہے، اور جبیں پر کوئی شکن نہیں بلکہ پوری بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ تشریف فرما رہے۔

اسی طرح جب حضرت شیخ دارالطلبہ قدیم میں رہتے تھے تو ایک صاحب (غالباً استاذ) نے ان کو بلا کر ایک امرود عنایت فرمایا، اس احسان کا بدلہ حضرت شیخ نے یہ دیا، خود فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے ہر جمعہ کو دو سورو پے ایصال ثواب کرتا ہوں۔

آپ میں قابل قدر اور قابل اتباع و عمل وصف یہ تھا کہ آپ کی اساتذہ کرام اور مادر علمی سے لازوال محبت و عقیدت اور وابستگی و وفاداری قابل دید بھی تھی اور قابل داد بھی، آپ نے اپنے اساتذۂ عظام کی باتوں پر ایسا عمل کر کے دکھایا گویا کہ ''پتھر کی لکیر''، جس کا اندازہ ان واقعات سے ہوسکتا ہے:

ایک مرتبہ عصر کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے پیچھے سے آپ کے استاد حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادی تشریف لائے اور زور سے فرمایا، یہ کیا ہے؟ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے آج تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نہیں چلا۔

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت ناظم صاحبؒ اور حضرت شیخ کا گھر جانے کا مشورہ دینا اور پھر استاذ وشاگرد کے سوال و جواب اور اس پر قابل تعریف عمل کر کے دکھانے کا واقعہ تو مشہور ہے۔

دوران درس اور مجلس اپنے اساتذۂ کرام خصوصاً مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور حضرت ناظم صاحبؒ کا نام

نامی اور اسم گرامی عقیدت ومحبت کے سمندر میں غوطہ لگا کر لیتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحبؒ کے تعلق سے فرمایا! عالم اسباب میں اس مقام کی توفیق حضرت ناظم صاحب کی برکت ودعا سے ہوئی ہے، ایک مرتبہ فرمایا! شرح حدیث حضرت ناظم صاحبؒ کی برکت سے ہی کھلی ہے۔

حضرت شیخ میں ایک وصف اور جوہر جو آپ کو اپنے ہمعصروں اور دیگر اکابر سے ممتاز کرتا تھا وہ یہ کہ آپ جہاں اپنے چھوٹوں کے نورِ نظر اور حد درجہ معتمد علیہ تھے وہیں آپ اپنے ہمعصروں، اساتذہ کرام اور بزرگان عظام کے صرف منظور نظر ہی نہ تھے بلکہ وہ حضرات آپ پر بے پناہ اعتماد واعتبار کرتے تھے، شاید اس کی اہم وجہ تحقیق وجستجو، حقائق اشیاء تک پہنچنا، معاملہ کی تہ تک رسائی، قوت استدلال، وسیع النظری اور دقیق العلمی آپ کی فطری جبلت اور عجیب وغریب خصوصیت وعادت تھی، جس کی وجہ سے وہ کسی کے خوف وخطر کو خاطر میں نہ لاتے، ذیل کے واقعات سے ہمارے قارئین کو ان باتوں کا اندازہ ہوگا:

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب ''کوکب الدری'' اور ''لامع الدراری'' پر کام فرما رہے تھے تو حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے فرمایا! کوئی آدمی دو، جو مجھے حوالے تلاش کر کے دے دیا کرے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا، ''یونس کام کا آدمی ہے'' اور شیخ یونس سے فرمایا! حضرت شیخ کی عصر کے بعد والی مجلس میں جانا۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے ایک تحریر میں یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو مجھ سے آگے ہوگے (یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی) شیخ یونسؒ نے دوران درس فرمایا ''یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔ شیخ زکریاؒ کا آپ سے علمی خطوط کے جوابات لکھوانا اور حضرات اکابر کا آپ سے علمی مراجعت فرمانا، اس پر شاہد عدل ہے۔

حضرت ناظم صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ''ایک وقت آئے گا جب تمہاری بات اور تمہارا کلام حجت ہوگا'' دنیا جہاں والوں نے دیکھا کہ آپ کی یہ پیشین گوئی ہو بہو صادق آئی۔

تقریباً نصف صدی تک علم حدیث میں اشتغال رکھنے والے عظیم محدث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب جلال آبادی (۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء) نے مختلف امور تحریر کرنے کے بعد فرمایا! "(ان) امور میں عموماً شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا اتباع کیا ہے"۔

(کشف الباری، ۱؍۵۸)

بدء الوحی کے ترجمۃ الباب میں حضرت کی رائے کو اہتمام سے بیان فرمایا۔ (دیکھئے کشف الباری، ۱؍۲۱۹)

حضرت شیخ یونسؒ کو اللہ تعالیٰ نے متنوع خصوصیات سے نوازا تھا، اکثر حضرات آپ کو صرف علم و تحقیق کے میدان کا شہسوار سمجھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ عمل سے بھی نوازا تھا، علم کے ساتھ ساتھ آپ کا بنیادی طور پر تصوف وسلوک اور احسان سے بھی گہرا رشتہ تھا، قحط الرجال کے اس دور میں حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔

کبھی کبھی دوران درس وجد طاری ہوتا تو حق جل مجدہ کا نام نامی اسم گرامی اتنی عظمت وعقیدت اور محبت وحلاوت سے لیتے کہ سننے والوں پر بھی وجد اور سکینت طاری ہو جاتی اور مجمع پر سکتہ چھا جاتا۔

انتقال سے ایک روز قبل اپنے ایک مرید باصفا........ سے پوچھا کتنی دیر ذکر کرتے ہو؟ ان کے بتلانے پر فرمایا! ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، حقیقی اور مخلصانہ عشق الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں خالق حقیقی کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیین، غرۃ الحجلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ولگاؤ اور وارفتگی حد درجہ تھی، خود بھی خوب خوب سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے اگر خادم، اول بائیں پاؤں میں چپل پہنانے کے لیے پیر میں ڈالتا تو پاؤں کھینچ لیتے اور ڈانٹتے، اور جا بجا طلبۂ عزیز اور متوسلین کو سنت رسول پر عمل کی تلقین اور تاکید کرتے اور زبان حال سے فرماتے

اسوہ خیر الوریٰ اپنایئے　　　اس میں مضمر ہیں فضائل انگنت

دورانِ درس ومجلس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پر عقیدت ومحبت سے درود شریف کا خوب اہتمام فرماتے، اپنے اکابر کی طرح دینی غیرت وحمیت میں صلابت واستقامت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تو فوراً بلا جھجک ٹوک دیتے۔

اسی دینی غیرت وحمیت کے تحت سہارنپور میں ۲۸؍فروری ۲۰۰۶ء، بروز منگل کو واقع ہونے والے تاریخی احتجاجی جلسہ میں شرکت فرمائی، حالانکہ آپ کا مزاج جلسے جلوس میں شرکت کا نہیں تھا، اور آپ نے

عشق رسول میں ڈوبی ہوئی پر جوش، پرسوز، اور مدبرانہ تقریر فرمائی۔

حضرت شیخ نے بخاری شریف کے کئی مسائل خواب مبارک میں خود معلم انسانیت شارح الحدیث حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حل فرمائے، ایسے ہی بہت سے مسائل آپ نے نجوم ہدایت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حل فرمائے۔**فجزاهم الله احسن الجزاء۔**

آپ کے ساتھ ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا جولاحقہ لگا ہوا ہے یہ لقب کسی عام آدمی نے نہیں دیا بلکہ خود شارع علیہ السلام، سید المحدثین حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صفوان بن عدنان داودی (معلم حدیث شریف، مسجد نبوی) کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دریافت کیا! اس وقت حدیث کے باب میں امیر المومنین کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا! محمد یونس جونپوری، شیخ صفوان اس سے قبل آپ کو جانتے نہ تھے، اس کے بعد آپ کو تلاش کرتے رہے، ایک مرتبہ معلوم ہوا، شیخ یونس جونپوری، مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا خواب بیان فرمایا، حضرت شیخ خواب سن کر رو پڑے، اس کے بعد شیخ صفوان نے آپ سے بخاری و مسلم وغیرہ پڑھی۔

اخیر عمر میں آپ نے ایسا قیمتی کارنامہ انجام دیا جو آپ کی ساری مبارک و متبرک خدمات کے لیے ''ختام مسک'' کے طور پر یادرکھا جائے گا، یعنی ''نبراس الساری الی ریاض البخاری'' کی ترتیب و تالیف، اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف و تالیفات ہیں:

الیواقیت الغالیہ فی تحقیق و تخریج الاحادیث العالیہ (۴ جلدیں) نوادر الحدیث، الفوائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد، مقدمہ بخاری، مقدمہ ابو داود، مقدمہ مشکوۃ، ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد، جزء حیات الانبیاء، جزء المحراب، جزء معراج، جزء قرأت، جزء رفع الیدین، تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث، تخریج احادیث اصول الشاشی، نوادر الفقہ، مقدمہ ہدایہ، کتاب التوحید فی رد الجہمیہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال آپ کی جامع کمالات شخصیت سے متعلق یادوں، باتوں اور واقعات کے علاوہ نجی یادیں بھی اتنی ہیں کہ ان سب کو قلم بند کر دیا جائے تو نہ تو طبیعت ہی سیر ہوگی اور نہ ان کا حق ادا ہوگا۔

ولیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ شانہ آپ کی تـ ـل اتباع باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

مختصر سوانحی خاکہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحبؒ جون پوری

سم گرامی: (مولانا) محمد یونس بن شبیر احمد بن شیر علی

پیدائش: ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ

جائے پیدائش: چوکیہ، گورینی، ضلع جونپور، صوبہ یوپی

والدہ کا سانحہ ارتحال: جب آپ کی عمر پانچ سال دس ماہ کی ہوئی تو آپ کی والدہ داغ مفارقت دے گئیں۔

ابتدائی تعلیم: گاؤں کے مکتب میں ہوئی، بغدادی قاعدہ حافظ عبدالحی صاحب سے پڑھا، دوسرے استاذ مولانا نور محمد صاحب۔

متوسط تعلیم: تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم، مانی کلاں ضلع جونپور میں داخل ہوئے، فارسی سے لے کر نور الانوار تک کی کتابیں مولانا ضیاء الحق فیض آبادی، مولانا عبدالحلیم فیض آبادی ثم جونپوری اور مولانا محمد عمر المعروف حافظ جی وغیرہ سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم: ۱۵/شوال ۱۳۷۷ھ (۵/مئی ۱۹۵۸ء) بروز دوشنبہ کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔

درس نظامی سے فراغت: ۱۳۸۰ھ میں سب سے اعلیٰ نمبرات حاصل کر کے دورہ حدیث شریف سے مظاہر علوم سے فراغت حاصل کی۔

مزید تعلیم: ۱۳۸۱ھ میں سالِ فنون کی کتابیں پڑھیں۔

مظاہر علوم میں آپ کے خصوصی اساتذہ کرام: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا محمد منظور احمد خان صاحب، مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی، مفتی مظفر حسین صاحب، مولانا وقار احمد صاحب۔

رفقاء درس: مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا اجتباء الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا شجاع الدین

صاحب حیدرآبادی، مولانا عبدالرشید صاحب بستوی، مولانا عبدالرحیم صاحب متالا وغیرہ۔

معین مدرس: ۱۳۸۱ھ میں مظاہر علوم میں عارضی معین مدرس مقرر ہوئے۔

مستقل مدرس: یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں مستقل مدرس بنائے گئے، ۱۳۸۴ھ میں مدرس وسطی بنائے گئے اور پہلی مرتبہ حدیث شریف کا درس دیا۔

مسندِ شیخ الحدیث پر: شوال ۱۳۸۸ھ میں مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے اور تاحیات اس عہدہ پر قائم رہے -**فجزاھم اللہ احسن الجزا .**

اصلاحی تعلق اور بیعت: رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے اخیر عشرہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت ہوئے۔

اجازت وخلافت: ۵رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ کو بعد الظہر حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعداللہ صاحب رامپوری) نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

اسی سال ۵رذیقعدہ پنجشنبہ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے بھی خلعت خلافت سے نوازا۔

وفات: ۱۶رشوال ۱۴۳۸ھ (۱۱ر جولائی ۲۰۱۷ء) بروز منگل صبح تقریباً نو بجے جان جان آفریں کے سپرد کی، **نماز جنازہ:** بعد نماز عصر (تقریباً ساڑھے چھ بجے) حاجی شاہ کمال کے میدان میں حضرت مولانا طلحہ صاحب نے ادا کرائی، جس میں محتاط اندازہ کے مطابق تین لاکھ لوگوں نے شرکت کی (غالباً سہارنپور کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا)

مدفن: آپ کی وصیت کے مطابق حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعداللہ صاحب رامپوری) کے پہلو میں تدفین ہوئی۔

☆☆☆

دسویں محرم کے روزے سے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ

رواہ مسلم (مشکوۃ ص ۱۷۹)

حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نویں ذی الحجہ کے روزہ کے بارے میں مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس دن روزہ رکھنے والے کے) ایک سال کے گناہ معاف فرمادیں گے اور آئندہ سال کے بھی (گناہ معاف کردیں گے یا آئندہ سال گناہ سے بالکل محفوظ رکھیں گے) اور عاشوراء یعنی دسویں محرم کے روزے کے بارے میں مجھے امید ہے کہ وہ (اس روزے کی بناء پر) گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

چند بڑے گناہ

میراث کی تقسیم میں کوتاہی کرنا

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ انتقال کے فوراً بعد اس کے مال میں سے چار حقوق ادا کئے جائیں:

۱۔۔۔ مرحوم کے کفن و دفن کے متوسط اخراجات نکالے جائیں، اگر کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے کفن و دفن کا انتظام کردے تو ترکہ سے یہ رقم نہیں لی جائے گی۔

۲۔۔۔ مرحوم کے ذمہ کسی کا کوئی قرض واجب الاداء ہو تو اُس کو ادا کیا جائے، چاہے قرضوں کی ادائیگی میں سارا مال خرچ کرنا پڑ جائے۔ اسی طرح اگر مرحوم نے اپنی بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو اور بیوی نے خوش دلی سے معاف بھی نہ کیا ہو تو یہ بھی قرضہ ہے، اسے ادا کرنا ضروری ہے۔ اور بیوی کو یہ مہر میراث کے علاوہ ملے گا، مہر کا بیوی کے میراث کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں، مہر الگ ادا کیا جائے گا، اور میراث کا حصہ الگ دیا جائے گا۔

۳۔۔۔ تیسرا حق "وصیت" ہے، یعنی قرضوں کی ادائیگی کے بعد دیکھا جائے گا کہ مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی جائز وصیت کی ہو تو باقی مال و جائیداد کے ایک تہائی (۱/۳) حصے کی حد تک ان وصیتوں کو پورا کیا جائے گا، اور اگر وصیت تہائی مال سے زیادہ کی ہو تو ایک تہائی کی حد تک وصیت پورا کرنا ورثاء پر ضروری ہے، اس سے زیادہ وارثوں کے اختیار میں ہے، چاہے پورا کریں یا نہ کریں۔ البتہ مرحوم کی ناجائز وصیتوں کو پورا کرنا جائز نہیں۔

۴۔۔۔ وصیت پوری کرنے کے بعد جو کچھ مال باقی بچے اس کو شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تمام ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے۔

اس چوتھے حق کے بارے میں آج کل ہمارے معاشرے میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے، بہت سے لوگ تو جانتے ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کو ورثاء میں تقسیم کرنا چاہئے، اور جو لوگ جانتے ہیں کہ یہ

ایک اہم فریضہ ہے اُن میں بھی بہت سے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ شریعتِ مطہرہ کے احکام میں سے وراثت تقسیم کرنے کا حکم ایک خاص اہمیت کا حامل ہے، اور وراثت تقسیم نہ کرنا اور دوسروں کا حصہ اپنے قبضہ میں رکھ کر استعمال کرنا نہایت سنگین گناہ ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم نے اکثر احکامِ شرعیہ کے صرف اُصول بیان کئے ہیں اور تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے مسلمانوں کو سمجھائی ہیں، لیکن بعض احکام کی اہمیت کے پیشِ نظر ان کی تمام تفصیلات کو بھی قرآنِ کریم نے خود پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے، وراثت کی تقسیم کا حکم بھی اُنہی احکام میں سے ہے کہ قرآنِ کریم نے اس کا پورا قانون تفصیل کے ساتھ وضاحت سے بیان کردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں یوں تو انسانی حقوق کی پوری ادائیگی پر زور دیا گیا ہے لیکن وارثوں کے حقوق ادا کرنے کی خصوصیت کے ساتھ تاکید آئی ہے۔ اسی لئے میراث کو شریعت کے مطابق انصاف سے تقسیم کرنا جنت کے اعمال میں سے ہے، اور ایک حدیث شریف میں وراثت کی تقسیم میں ظلم اور ناانصافی سے بچنے پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> تم چھ چیزوں کی ضمانت لے لو، میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوجاؤں گا، ان چھ چیزوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا: وراثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو، اپنی طرف سے انصاف کرو۔ (مجمع الزوائد)

اس کے برخلاف کسی ایک وارث کا پورے ترکہ پر قبضہ جمائے رکھنا اور میراث تقسیم نہ کرنا یا تقسیم کے وقت بعض ورثاء کو محروم کرنا یا ان کو کم حصہ دینا ہرگز جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ، غصب اور ظلم ہے جو حرام ہے۔

میراث تقسیم نہ کرنے اور دوسروں کا حق کھانے پر وعید

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ورثاء کے حصوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (النساء: ۱۴)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے

گا اور اس کو ایسا عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

نیز احادیثِ طیبہ میں بھی دوسرے کا مال ناحق استعمال کرنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں چند احادیثِ طیبہ ملاحظہ ہوں!

حدیث نمبر ۱

عن سعيد بن زيد قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"من أخذ شبرا من الأرض ظلما فانه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". (مشكاة المصابيح : ۲/ ۱۶۳)

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ظلماً کسی کی زمین ایک بالشت بھی لی تو یہ زمین قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔ (مشکوۃ شریف)

حدیث نمبر ۲

عن أنس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة" (مشكاة المصابيح : ۲/ ۱۹۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی وارث کو میراث سے محروم کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت میں اس کے حصے سے محروم فرمائیں گے۔ (مشکوۃ شریف)

حدیث نمبر ۳

عن أبي هريرة - رضي الله عنه - قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له مظلمة لأحد (لأخيه) من عرضه أو شئى فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم ان كان له عمل

صالح أخذ من بقدر مظلمته وان لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه . (صحيح البخاری : ۱/ ۲۸۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہے تو آج ہی اس کو معاف کرالے، اس دن کے آنے سے پہلے پہلے جس دن نہ درہم ہوں گے نہ دینار، (بلکہ اس دن یہ ہوگا کہ) اگر ظالم کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس نے اپنے بھائی پر جتنا ظلم کیا ہوگا اس کے بقدر نیکیاں مظلوم بھائی کو دیدی جائیں گی، اور اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو پھر مظلوم کے گناہ اس ظلم کے برابر ظالم کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے۔ (صحیح البخاری)

لہٰذا کسی شخص کے انتقال کے بعد اوپر ذکر کئے گئے چار حقوق میں سے تین حقوق ادا کرنے کے بعد سب سے اہم ترین فرض یہ ہے کہ جلد از جلد اس کی میراث تقسیم کی جائے، اسی میں عافیت اور راحت ہے، کیونکہ اس وقت مرنے والے کا صدمہ دل میں ہوتا ہے اور دل نرم ہوتا ہے تو تقسیم کا معاملہ بھی آسان ہوتا ہے، لیکن اگر اس وقت میراث تقسیم نہ کی جائے تو جتنی دیر ہوتی رہے گی اُتنی ہی اس میں الجھنیں اور دشواریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی، یہاں تک کہ لڑائی جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے، کیونکہ جوں جوں مرنے والے کا صدمہ کم ہوتا چلا جاتا ہے دنیا کی محبت دل میں بڑھتی چلی جاتی ہے اور باہمی اختلاف ہوتا ہے۔ اس لئے جتنا جلدی ہوسکے میراث تقسیم کرلینی چاہئے، کیونکہ مرنے کے بعد ایک سوئی کے برابر مال میں بھی تمام ورثاء حصہ دار اور شریک ہوجاتے ہیں، ان سب کی رضامندی کے بغیر مال میراث کا استعمال کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ بالخصوص اگر ورثاء میں نابالغ بھی ہو تو پھر معاملہ اور زیادہ سنگین ہوجاتا ہے، کیونکہ نابالغ کی اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یتیموں کا مال کھانے کو "پیٹ میں آگ بھرنے" سے تعبیر فرمایا ہے۔

تقسیم میراث میں ہونے والی کوتاہیاں

ہمارے معاشرے میں میراث تقسیم کرنے کے حوالے سے جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں اُن میں سے

چند مشہور صورتیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں، تاکہ انہیں پڑھ کر اپنی غلطی کا احساس ہو اور گناہ سے بچنے کی فکر پیدا ہو:

والد کے ساتھ تعاون کرنے والے بیٹوں کا کاروبار پر قبضہ جمائے رکھنا

جو بیٹے والدِ مرحوم کے ساتھ اُن کی زندگی میں کاروبار میں معاونت کرتے ہیں اور کاروبار سنبھالتے ہیں وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کاروبار کے مالک بن کر بیٹھ جاتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ شروع سے ہم نے کاروبار سنبھالا ہے، لہٰذا یہ ہماری محنت ہے، یہ میراث میں شامل نہیں ہوگا۔ حالانکہ عموماً اس کاروبار میں بیٹوں کا اپنا ذاتی کوئی حصہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنی محنت کا کچھ عوض لے کر کام کرتے ہیں، ایسی صورت میں شرعی لحاظ سے کاروبار والد ہی کا ہوتا ہے، اس لئے دیگر مال و جائیداد کی طرح یہ بھی ترکہ میں شامل ہوگا۔ ہاں مرحوم کی میراث تقسیم کرتے وقت اگر کاروبار سنبھالنے والے بیٹوں کا حصہ اتنا بنے جتنی مالیت کا کاروبار ہے تو وہ اپنے حصہ میں کاروبار لے سکتے ہیں۔

گھر کے ساز و سامان پر بیوہ کا قبضہ کرنا

بعض جگہ یہ ہوتا ہے کہ مرحوم کے کاروبار، کارخانے اور دکان وغیرہ پر تو لڑکے قبضہ کر لیتے ہیں، اور گھر کا جتنا سامان ہوتا ہے وہ سب بیوہ کے قبضے میں آجاتا ہے، اور بیوہ اس کی مالک بن کر بیٹھ جاتی ہے اور جس طرح چاہتی ہے اس میں تصرف کرتی ہے، اور جب تک بیوہ زندہ ہوتی ہے وہ میراث تقسیم نہیں کرتی، بلکہ اس کو ماں کی نافرمانی شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ جس طرح لڑکوں کا جائیداد پر قبضہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح بیوہ کا گھر کے سامان پر قبضہ کرنا اور تقسیم نہ کرنا بھی ناجائز ہے، بلکہ یہ تمام مال و جائیداد اور ساز و سامان ورثاء کا حق ہے، اور باپ کے انتقال کے بعد ماں کی زندگی میں میراث تقسیم کرنے میں ماں کی نافرمانی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ میراث کی تقسیم شریعت کا حکم ہے۔

بیوہ سے مہر معاف کرانا یا اس کو مہر دے کر میراث کا حصہ نہ دینا

بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ سے زبردستی مہر معاف کروایا جاتا ہے، اور وہ بیوہ بیچاری مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ مہر معاف کر دیتی ہے، یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں، بلکہ اگر اس طرح بیوہ اپنا مہر معاف کر دے تب بھی معاف نہیں ہوگا، اور بیوہ کو مہر دینا ضروری ہوگا۔ اور بعض لوگ مہر تو

معاف نہیں کرواتے لیکن شوہر کے انتقال کے بعد اس کو میراث میں سے حصہ نہیں دیتے، بلکہ مہر دے کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی غلط ہے، کیونکہ شرعی لحاظ سے مہر کا بیوی کے میراث کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا مہر الگ ادا کیا جائے گا، اور میراث کا حصہ الگ دینا ضروری ہے۔

دوسری شادی کرنے کی صورت میں بیوہ کو میراث کا حصہ نہ دینا

بعض جگہوں میں یہ دستور ہے کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کرلے تو اُسے شوہر کی میراث سے محروم کردیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیوہ یا تو تنہائی کی زندگی سے بچنے کے لئے دوسرا نکاح کر کے مال سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے یا اپنا حصۂ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی، عمر بھر بیوہ رہتی ہے اور طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرتی ہے۔ یاد رکھیں کہ دوسرا نکاح کرنے سے بیوہ کا حق میراث ہرگز ختم نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے ورثاء کی طرح وہ بھی اپنے مقررہ حصے کی پوری پوری حقدار ہوتی ہے۔

دوسرے قبیلہ کی بیوہ کو میراث سے محروم کرنا

بعض خاندانوں میں یہ رواج بھی ہے کہ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اُسے میراث کا حصہ نہیں دیتے، یہ بھی بہت بڑا ظلم اور جہالت ہے۔ بیوہ ہر حال میں اپنے شوہر کی میراث میں حصہ دار ہے خواہ وہ شوہر کے خاندان سے ہو یا کسی دوسرے خاندان سے۔

بہنوں کو میراث سے محروم کرنا

یہ بدترین رسم تو اکثر دیندار گھرانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ میراث میں بہنوں کو حصہ دار نہیں سمجھا جاتا، اور یہ سمجھتے ہیں کہ باپ کی میراث میں صرف بیٹے حقدار ہیں، بیٹیوں کا کوئی حق نہیں۔ اور بعض لوگ جو بہنوں کو حصہ دار سمجھتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی طرح بہنوں سے ان کا حصہ معاف کروا لیتے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے حصۂ میراث سے ہمارے حق میں دستبردار ہو جاؤ، چنانچہ بہنیں مجبور ہو کر زبانی طور پر یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہم اپنا حصہ چھوڑتی ہیں، اس کے بعد بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم اکیلے اس میراث کے حقدار ہیں۔ یاد رکھئے! یہ سراسر ظلم ہے، زمانہ جاہلیت کی رسم بد ہے، اور اس میں خلاف شرع ہندوؤں کی ظالمانہ رسم کی تائید و ترویج ہے، اور اس طرح زبانی دستبرداری اور شرما شرمی میں معاف کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور اس طرح معاف کرنے سے بہنوں کا حق ختم نہیں ہوتا اور نہ ہی بھائیوں کے لئے بہنوں کا حصہ اپنے

استعمال میں لانا حلال ہوتا ہے۔لہٰذا بھائیوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھائیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی سے ڈریں اور آخرت کی پکڑ سے بچتے ہوئے بہنوں اور دیگر تمام ورثاء کو ان کا پورا پورا حصہ علیحدہ علیحدہ کر کے عملاً ان کے قبضہ میں دیں، اس کے بعد اُنہیں اختیار ہوگا کہ جہاں چاہیں اسے خرچ کریں۔

شادی شدہ بہنوں کو میراث کا حصہ نہ دینا

ایک بُری رسم یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ بہنوں کو تو میراث میں حصہ دے دیتے ہیں، لیکن شادی شدہ بہنوں کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا، اور اگر وہ مطالبہ کریں تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا اس سے تمہارا حق ادا ہوگیا۔خوب سمجھ لیجئے! یہ سوچ بھی بالکل غلط ہے، اول تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں لڑکیوں کا حصہ مقرر فرمایا ہے، اس میں غیر شادی شدہ ہونے کی کوئی قید نہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ زندگی میں باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے وہ ہدیہ اور تحفہ ہے، اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں، میراث تو وہ مال ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے اور اس میں سارے ورثاء اپنے اپنے حصوں کے مطابق حقدار ہوتے ہیں، اس لئے زندگی میں کسی وارث کو کچھ مال دینے سے میراث میں اس کا حصہ ختم نہیں ہوتا، لہٰذا شادی شدہ بہنیں بھی اپنے حصہ کی حقدار ہیں۔

مشترکہ ترکہ میں سے کوئی چیز یادگار کے طور پر رکھنا یا صدقہ کرنا

بعض وارث ترکہ کی تقسیم سے پہلے میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی سمجھ کر یا بابرکت سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جس کی دوسرے ورثاء سے اجازت نہیں لی جاتی، اسی طرح میت کے ایصالِ ثواب کے لئے مشترکہ ترکہ میں سے مال خرچ کیا جاتا ہے، حالانکہ تمام ورثاء کی رضامندی کے بغیر اس طرح کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو۔اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو تو اس کی اجازت اور معافی بھی معتبر نہیں۔ہاں اگر سب وارث عاقل و بالغ ہوں اور دلی رضامندی سے کسی وارث کو کوئی چیز دے دیں یا جائز طریقہ سے صدقہ کریں تو اس کی اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شریعت کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ میراث تقسیم کرنے اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اللہ کا بندے پر اور بندے کا اللہ پر حق

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف پالان کی لکڑی حائل تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسعدیک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندے پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندے پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے پھر تھوڑی دیر چلے اور فرمایا۔ اے معاذ بن جبل! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسعدیک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے اس کام کو کرلیں تو اللہ پر بندے کا کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔ (صحیح بخاری)

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ماہ ستمبر.... جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا مہینہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

پاکستان کی تاریخ میں ماہ ستمبر دو حوالوں سے اہمیت رکھتا ہے:

۱......٦ ستمبر ۱۹٦۵ء ''یوم دفاع پاکستان'' کے طور پر منایا جاتا ہے، اس دن بزدل بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا، پاکستانی افواج نے بھارت سے کمتر وسائل رکھتے ہوئے بھی ایمانی قوت کے بل پر بھارتی افواج کو ناکوں چنے چبوائے اور اسے پس پائی پر مجبور کر دیا۔

۲...... ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف تاریخ ساز فیصلے کے ذریعے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

یوں چھ ستمبر پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا قومی دن قرار پایا اور سات ستمبر نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا دن کہلایا۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان ایک نظریہ اور عقیدہ کی بنیاد پر وجود میں آیا، یہ عقیدہ و نظریہ پاکستان کے وجود میں ایک روح کی مانند ہے، اس کے بغیر نہ صرف پاکستان کا تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ پھر ۱۹۴۷ء میں ہونے والی تقسیم ہی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

پاکستان میں لبرل دانشوروں کا طبقہ ایک عرصے سے اس کوشش میں ہے کہ مملکت خداداد کی اصل روح ختم کر دی جائے اور پاکستان کو ایک بے روح جسد کی مانند بنا دیا جائے، یہ لوگ قائداعظم محمد علی جناح صاحب کی گیارہ اگست کی ایک تقریر کو سیکولر پاکستان کی اساس قرار دیتے ہیں، اس سے قبل اور بعد کے فرمودات کو بھول جاتے ہیں، یہ لوگ تحریک پاکستان کے تاریخی سفر کی نفی بھی کرتے ہیں اور ایک ایسی

شے کے وجود کو تسلیم کرنے پر اصرار کرتے ہیں جو اس پورے تاریخی تناظر میں بالکل اجنبی ہے۔

پاکستان کا قیام محض چھ سات برس کی جدوجہد کا نتیجہ نہیں تھا...... اٹھارہ سو ستاون کی جنگ آزادی، حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی جدو جہد، جنگ پلاسی، حافظ رحمت خان، حاجی تیتو میر، علماء صادق پور، روہیل کھنڈ کے خوانین کا جہاد، شاملی کا معرکہ، تحریک ریشمی رومال...... یہ تمام عنوانات دراصل جدوجہد آزادی سے عبارت ہیں۔

ہندوستان میں چوں کہ دو بڑی قومیتیں آباد تھیں، مسلمان اور ہندو، آپ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس تمام عرصے میں تحریک آزادی کے لئے ہندوؤں کا بہت قلیل حصہ نظر آئے گا۔ ہندوؤں نے عمومی طور پر انگریز سے تعاون کیا، مسلمانوں کا راستہ کاٹنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے۔ کانگریس کے قیام کے بعد ہندوؤں کی ذہنیت مزید کھل کر سامنے آئی اور مسلمان اس بات پر مجبور ہوئے کہ وہ اپنی بودوباش اور رہن سہن کے لیے علیحدہ وطن کی جدوجہد کریں۔ آل انڈیا مسلم لیگ اگرچہ مذہبی تنظیم نہیں تھی لیکن مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا ''میثاق رکنیت'' تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، مسلم لیگ کے ہر ممبر کو اس میثاق پر دستخط کرنا ہوتے تھے، اس میثاق کی دوسری شق یوں تھی:

> ''میں مسلم لیگ کا ممبر بننا چاہتا ہوں اور بحیثیت مسلمان اقرار کرتا ہوں کہ میں ملت اسلامیہ ہند کو براعظم ہند کے اندر ایک مستقل قومیت یقین کرتا اور فکر اسلامی کا مسلک قبول کرتا ہوں، اور عہد کرتا ہوں کہ میں تمام فکروں پر فکر اسلامی کو اور تمام مفادوں پر مفاد اسلامی کو اور تمام وفاداریوں پر وفاداریٔ اسلام کو برتر اور مقدم رکھوں گا''

"میثاق رکنیت" کی یہ شق نہ صرف دو قومی نظریہ کی بھرپور وضاحت کرتی ہے بلکہ نظریہ پاکستان کی اساس و بنیاد بھی ہے۔ تحریک پاکستان کے دو بڑے رہنما علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح تھے۔ علامہ اقبال مرحوم ملت اسلامیہ، دو قومی نظریہ، فکر اسلامی اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ تشخص کے داعی ہونے کے ساتھ علیحدہ وطن کے قیام کے نقیب بھی تھے۔ مرحوم محمد علی جناح صاحب نے بھی تحریک پاکستان کی

اسلامی شناخت واضح کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا، یکم فروری ۱۹۴۳ء کو اسماعیل کالج بمبئی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''اسلام مسلمانوں کی زندگی بشمول سماجی و معاشرتی، ثقافتی، سیاسی، اور معاشی پہلوؤں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے، پاکستان کی صورت میں ہم ایک ایسی ریاست قائم کریں گے جو اسلام کے اصولوں کے مطابق چلائی جائے گی، اس کے ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی نظام کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی جائے گی''

۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء کو مردان میں ایک عوامی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''پاکستان کا مطلب ایسی آزاد مسلم ریاست قائم کرنا ہے جہاں مسلمان مسلم آئیڈیالوجی کو نافذ کرسکیں''

جناب قائداعظم کے ایک دو نہیں بیسیوں بیانات آپ کو ملیں گے جو نظریہ پاکستان کی وضاحت کرتے ہیں۔ جناب قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے قائد کی زندگی کے جو آخری الفاظ اپنی ڈائری میں نقل کیے اور وہ گیارہ ستمبر ۱۹۸۸ء کو روزنامہ جنگ میں شائع ہوئے وہ کچھ یوں تھے:

''تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا، اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا، اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں، تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے''

قرارداد مقاصد اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر پاس ہوئی، پاکستان میں قانون سازی کا قبلہ متعین ہوا، آئین پاکستان میں اسلامی شقیں شامل کی گئیں، قادیانیت کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ توہین رسالت کے مجرموں کی سزائے موت متعین ہوئی اور دفعہ باسٹھ تریسٹھ جیسی ترامیم ہوئیں۔ یہ تمام پہلو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ پاکستان کی اساس نظریہ وعقیدہ اسلام ہی ہے، اس سے ہٹ کر کچھ نہیں۔

افسوس ہے کہ ستر برس کا طویل عرصہ گذر گیا ہم عملاً پاکستان کو اقبال اور جناح کے خوابوں کے مطابق تعمیر نہیں کر سکے۔ پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھیے تو کھلی آنکھوں نظر آئے گا کہ پاکستان اپنے مقاصد کے لیے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ پایا، بلکہ لگتا ہے کہ الٹا سفر شروع ہو چکا ہے۔ اس رجعت قہقری کی رفتار کچھ اس قدر تیز ہے کہ ہر دیکھنے والا محسوس کر رہا ہے۔ آج مختلف اطراف سے پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، کہا جا رہا ہے کہ قائداعظم پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ لبرل ازم کا پرچار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ آئین کو تبدیل کرنے، دوسرے لفظوں میں اسلامی شقیں ختم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ نصاب تعلیم میں من پسند تبدیلیاں کی جا رہی ہیں، نظام تعلیم مکمل طور پر سیکولرائز کیا جا چکا ہے۔ ہماری معیشت سودی نظام پر استوار ہے۔ کرپشن ایک ناسور بن کر ہمارے قومی جسد میں سرایت کر چکا ہے۔ دینی اور اخلاقی تنزل روز افزوں ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی کارکردگی کو فخر کے ساتھ دوسری اقوام کے سامنے پیش کر سکیں۔ حالت یہ ہے کہ آپ اگر طاقت ور ہیں تو عدلیہ اور پاکستان کی محافظ قوتوں کو کھلے عام للکار سکتے ہیں۔ کیا مہذب ملکوں میں ایسا ہی چلن ہوتا ہے؟...... وطن سے محبت رکھنے والا ہر فرد ان حالات میں بے چین اور مضطرب ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر پاکستانی، پاکستان کی نظریاتی اساس سے وفادار رہے اور اس مملکت خداداد کو اسلامی بنیادوں پر ترقی دینے کی کوشش کو اپنا فریضہ سمجھے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی مخلص قیادت نصیب فرمائے جو دین و وطن سے محبت رکھنے والی اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی محافظ ہو، آمین!

☆☆☆

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم
رکن امتحانی کمیٹی وفاق المدارس

نظام کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

نظم وضبط کی اہمیت مسلّم ہے، اس کے فوائد واضح ہیں، نظم وضبط سے قوتوں کے ضیاع سے حفاظت ہوتی ہے، اور وقت کی بچت ہوتی ہے اور سب کو راحت ملتی ہے۔

اسلام میں نظم وضبط اور نظام کی بڑی اہمیت ہے، قرآن کریم اور احادیث کی نصوص اس پر دال ہیں۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) "إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" [۱]

اس سے ہمیں نماز پڑھنے کی ہدایت کے ساتھ نظم وضبط اور اوقات کی پابندی کی تعلیم بھی دی جارہی ہے۔

(۲) احسن الخالقین اور ہادی مطلق کے فرمان "وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" [۲] سے بھی ہمیں یہی سبق مل رہا ہے کہ ہر کام میں صحیح طریقہ اور بہتر ڈھنگ اختیار کیا جانا چاہئے اور خلافِ وضع کام کرنا پسندیدہ نہیں۔

(۳) مزید ارشاد ہے: "وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا" [۳]

"قسم ہے ان کی جو صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں"، اللہ تعالیٰ کو اپنی کسی بات کی تصدیق کیلئے قسم کھانے کی حاجت نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مختلف چیزوں کی جو قسمیں کھائی ہیں وہ ان چیزوں کی عظمت واہمیت پر دلالت کرتی ہیں، "وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا" میں اکثر مفسرین کے مطابق فرشتے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت یا اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کیلئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، لیکن ان الفاظ میں صراحۃً فرشتوں کا نام نہیں لیا گیا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے یہ ہدایت دینی

---

[۱] سورة النساء (الآية : ١٠٣)

[۲] سورة البقرة (الآية : ١٨٩)

[۳] سورة الصّٰفّٰت (الآية : ١)

مقصود ہے کہ کسی اجتماعی کام کے وقت لوگوں کا ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، بلکہ ایسے موقع پر صف اور قطار بنا کر نظم وضبط کا مظاہرہ کیا جانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اسی لئے نماز میں بھی صف بندی کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور جہاد کے وقت بھی صف بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ [1]

معراج سے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر آسمانِ دنیا پر پہنچے تو ارشاد ہوا " من هذا ؟ "(کون ہے؟) سید الملائکہ نے جواب دیا: "جبرئیل"، پوچھا گیا: " و من معک ؟ "(آپ کے ساتھ کون ہیں؟) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: "محمد"، کہا گیا: " و قد أرسل اليه ؟ "(ان کو بلایا گیا ہے؟) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا "جی ہاں"۔

اس تمام تر مکالمے کے بعد دروازہ کھولا جاتا ہے اور " مرحبًا به فنعم المجيئ جاء " کے عزت والے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا نام بتادیا اس پر محض اس بناء پر دروازہ نہیں کھولا گیا کہ وہ سید الملائکہ ہیں، کچھ پوچھنے کی حاجت نہیں بلکہ مکالمہ " و من معک ؟ قال : محمد ، قيل : و قد أرسل اليه ؟ قال : نعم "پورا ہونے کے بعد دروازہ کھولا گیا اور خیر مقدمی کلمات کہے گئے، کیا ٹھکانہ ہے نظام کی مضبوطی کا اور نظم وضبط اور ڈسپلن کا۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے " أحب الاعمال إلى الله أدومها و ان قل " [2] یعنی اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال میں سب سے زیادہ محبوب ایسا (نیک) عمل ہے جس کی پابندی کی جائے اور مواظبت اختیار کی جائے خواہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، یہ حدیث اگرچہ اصلاً عبادات و طاعات سے متعلق ہے لیکن خیر کے دوسرے کاموں کی نسبت سے بھی حاضری کی پابندی اور مواظبت کا درس ہمیں اس سے ملتا ہے۔

عصرِ حاضر میں الزام لگایا جاتا ہے کہ مدارس اور مولویوں کے ہاں نظم وضبط اور ڈسپلن نہیں ہوتا، براہِ کرم

---

[1] آسان ترجمۂ قرآن کریم بتفسیر یسیر (ص ۱۳۶۹ ج-۳)

[2] الصحيح لمسلم (ج-۱ ص ۵۴۱) طبع احياء التراث العربي

اپنے اپنے مدارس میں نظم وضبط کی اعلیٰ مثالیں قائم کر کے اس غلط پروپیگنڈے کا عملاً رد فرمائیں۔

نظم وضبط اور ڈسپلن کی ضرورت زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ میں ہے، متعلم ومعلم اور جامعات اسلامیہ، مدارسِ عربیہ چونکہ اسلام کے ترجمان ہیں اس لئے اس نسبت سے ان کی ذمہ داریاں اضافی ہیں۔

مدارس میں نظم وضبط کے حوالہ سے درج ذیل عنوانات اہمیت رکھتے ہیں:

(۱) امورِ داخلہ میں نظم وضبط

(۲) مسجد میں نظم وضبط

(۳) درسگاہ میں نظم وضبط

(۴) مطعم ومطبخ میں نظم وضبط

(۵) دار الاقامہ میں نظم وضبط

(۶) دار المطالعہ میں نظم وضبط

(۷) محاسبی یعنی شعبہ محاسبات میں نظم وضبط

(۸) کھیل کے میدان میں نظم وضبط

علماء کرام، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، یہ مدارس ان کے نمائندے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہمیں ہر شعبۂ حیات میں نظم وضبط کی ہدایت فراہم کرتی ہیں، معاشرے میں بے جا پھیلایا جانے والا یہ فرسودہ تأثر ہمیں یقیناً ختم کرنا ہوگا کہ ''مُلّا کا ڈسپلن اور نظام سے کیا تعلق''؟

ایک بزرگ مربی کا زریں قول ہے: ''نظمِ اوقات کی پابندی باعثِ برکت وازدیادِ علم وعمل ہے''۔

☆☆☆

عاشوراء کے دن روزے کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا يَعْنِيْ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوْسٰى شُكْرًا لِلّٰهِ فَقَالَ أَنَاأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہاں لوگ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ بہت عظیم الشان دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون کو غرق فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا ان سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام سے قریب تر میں ہوں پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

مولانا شفیع اللہ صاحب

صبح وشام کی فضیلت والی ماثور دعائیں

(چوتھی اور آخری قسط)

قتل، ظلم وآفات سے نجات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ اَذًى، بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِيْنِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَهْلِیْ وَمَالِیْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِيْهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ، اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاؤُكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَشَيْطَانٍ مَرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔شروع اللہ کے نام سے جو ناموں میں بہترین نام ہے۔شروع اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی تکلیف دہ چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔شروع اللہ کے نام سے جو کفایت کرنے والا ہے۔ شروع اللہ کے نام سے جو معاف کرنے والا ہے۔شروع اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔اللہ کے نام سے اپنے نفس پر اور اپنے دین پر، اللہ کے نام سے اپنے اہل اور اپنے مال پر۔اللہ کا نام ہر چیز پر جو اللہ نے مجھے دی۔اللہ سب سے بڑا، اللہ سب سے بڑا، اللہ سب سے بڑا۔میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جس

چیز سے میں ڈرتا ہوں۔ اللہ ہی میرا رب ہے۔ اس کے ساتھ میں کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔ اے اللہ! آپ کے نام مقدس ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ہر ضدی ظالم سے اور ہر سرکش شیطان سے اور برے فیصلے کی برائی سے، اور ہر جانور کی برائی سے جس جانور کی پیشانی کو آپ ہی پکڑنے والے ہیں۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

فضیلت: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھلائی اور فرمایا کہ جو اسے صبح پڑھ لے اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (یعنی باذن اللہ کوئی جسمانی و مالی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔) (المستطرف، الباب السابع والسبعون فی الدعاء وآدابہ وشروطہ، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۲۸۰۔ الدعاء المسنون، ص ۲۲۲)

بہترین رزق

مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے چاہا (وہی ہوا) کوئی حیلہ اور قدرت نہیں ہے مگر اللہ ہی کی طرف سے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

فضیلت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح میں یہ دعا پڑھ لے تو اس دن بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا اور جو شخص شام کو پڑھ لے تو اس رات بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا۔ (عمل الیوم واللیلہ لابن السنی، باب ما یقول اذا اصبح، ج ۱، ص ۵۱، حدیث نمبر: ۵۳)

شیطان سے حفاظت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. (۱۰ مرتبہ)

ترجمہ: اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

فضیلت: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دن میں ۱۰

مرتبہ استعاذہ (اعوذ باللہ الخ) پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ متعین فرمادیتے ہیں جو شیطان سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب الاستعاذۃ من الشیطان، ج ۱۰، ص ۱۴۲، حدیث نمبر: ۱۷۱۶۹، وقال: رواہ ابویعلی، وفیہ لیث بن ابی سلیم ویزید الرقاشی، وقد وثقا علی ضعفہما، وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔)

نظر رحمت ومغفرت

۱۔ سورہ فاتحہ

۲۔ آیت الکرسی

۳۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (آل عمران / ۱۸)

۴۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْـحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ . (آل عمران / ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: گواہی دی ہے اللہ نے، اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

آپ کہئے کہ اے اللہ مالک تمام ملک کے، آپ ملک جس کو چاہیں دیدیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب کردیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کردیتے ہیں، آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی، بلاشبہ آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

آپ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں اور آپ جان دار چیز کو بے جان سے نکال لیتے ہیں اور بے جان چیز کو جان دار سے نکال لیتے ہیں اور آپ جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں۔

فضیلت: امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور آل عمران کی آیت نمبر ۱۸/۲۶ اور ۲۷، پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بنادوں گا اور اس کو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا، اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور ان پر غالب رکھوں گا۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۶)

کوڑھ پن، پاگل پن، نابینا پن اور فالج سے حفاظت

سُبحانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۳مرتبہ)(رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۹ باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح . والطبرانی فی الدعا باب من ابواب التسبیح فی أدبار الصلوات)

ترجمہ: اللہ بزرگ پاک ہیں اور اسی کی تعریف ہے کوئی طاقت وقوت نہیں سوائے اللہ کے۔

فضیلت: جو شخص فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو چار بیماریوں سے بچائے گا۔ کوڑھ پن، پاگل پن، نابینا پن اور فالج سے۔

نیکی اور درجات کی بلندی

(۲۳) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

فضیلت: حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات کہے تو اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس

گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ شام تک شیطان کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے اور اگر یہ کلمات شام کو کہے تو صبح تک ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) (پرنور دعائیں ص ۳۰۲)

نیکی اور درجات کی بلندی

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح وشام دس دس مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھ لیا کرے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پائے گا۔ (مجمع الزوائد ۱۰/۱۶۳) (۱۷۰۲۲)

(كتاب الاذكار باب مايقول اذا أصبح وأمسى. والقول البديع ص ۱۷۹ الباب الثانى فى ثواب الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم)

جناب محمد راشد صاحب

تفسیر معارف القرآن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں

محترم جناب محمد راشد صاحب ڈیرہ اسماعیل خان سے تعلق رکھنے والے البلاغ کے صاحب ذوق قاری ہیں اور مختلف موضوعات پر مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں، تفسیر معارف القرآن کے تراجم سے متعلق ذیل کا معلوماتی مضمون بھی آپ نے تحریر کیا ہے جو ہدیۂ قارئین ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارہ

سعادت مندی کا تقاضا یہ ہے کہ نیک اعمال کر کے اور دینی خدمات سرانجام دینے کے بعد اُن کی قبولیت کے لئے اللہ تعالی سے دعا کی جائے۔ کیونکہ اصل چیز یہ ہے کہ نیک اعمال اور دینی خدمات اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبول ہو جائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو اپنی اس دینی خدمت کی قبولیت کی دعا بھی اللہ تعالی سے مانگ رہے تھے۔ جب نیک اعمال کو اللہ کی پاک بارگاہ میں قبولیت نصیب ہو جاتی ہے تو ایسے نیک اعمال کرنے والی اور دینی خدمات سرانجام دینے والی شخصیات کو من جانب اللہ محبوبیت بھی نصیب ہوتی ہے اور ان کی دینی خدمات کو مقبولیت بھی عطا کی جاتی ہے اور یہ قبولیت اور مقبولیت تب ہی نصیب ہوتی ہے جب نیک اعمال اور دینی خدمات محض اخلاص اور اللہ کی رضا کے لئے سرانجام دی جائیں۔ اللہ تعالی کے ہاں اخلاص کی بڑی قدر ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مدرسہ سے فارغ ہوئے تو "آداب المساجد" نامی ایک رسالہ لکھا اور اُن کے ایک ہم سبق نے مؤطا کی شرح لکھی۔ اُنہوں نے مفتی صاحب سے کہا کہ یہ کیا "آداب المساجد" پر چھوٹی سی کتابچہ آپ نے لکھی ہے۔ دیکھ میں نے مؤطا کی شرح لکھی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے اخلاص کی برکت کہ رسالہ آداب المساجد ہزاروں کی تعداد میں ہندو پاک کے کتب خانوں سے شائع ہوتا آرہا ہے اور اُن کی شرح کا کہیں وجود بھی نہیں۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص:۹۹۴)

ماضی قریب میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو جو مقبولیت نصیب ہوئی وہ سب پر عیاں ہے حضرت کی کتاب بہشتی زیور کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ ہندو پاک میں شاید ہی ایسا کوئی گھر ہو جہاں حضرت کی یہ مبارک کتاب موجود نہ ہو۔

اسی طرح ہمارے اکابر علماء کی تصنیفات وتالیفات کی مقبولیت کا ایک پہلو دیگر زبانوں میں ان کے تراجم بھی ہیں۔ان میں ایک نام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کا بھی ہے۔حضرت کے فضائل پر مشتمل رسائل کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔جن سے عرب وعجم کے مسلمان سیراب ہورہے ہیں۔اور یہ سب اخلاص کی برکت ہے۔

تفسیر معارف القرآن کی مقبولیت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کے اخلاص کا ایک شاہکار تفسیر معارف القرآن کی مقبولیت ہے۔حضرت نے یہ تفسیر اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ضعف اور عوارض کی حالت میں تالیف فرمائی تھی۔ حضرت کے اخلاص کی برکت سے تفسیر کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ یہ تفسیر اس وقت نو زبانوں میں دستیاب ہے۔جن کا ذیل میں مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱)۔۔۔اُردو:۔حضرت مفتی صاحب نے یہ تفسیر اُردو زبان میں تحریر فرمائی تھی اور یہ تفسیر آٹھ ضخیم جلدوں میں دستیاب ہے۔جس کے کئی ایڈیشن چھپ کر مقبول عوام وخواص ہو چکے ہیں۔بحمداللہ اب اُردو میں اس تفسیر کا کمپوز شدہ ایڈیشن بھی جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔اُردو ایڈیشن ادارۃ المعارف کراچی اور مکتبہ معارف القرآن کراچی نے طبع کیا ہے۔

(۲)۔۔۔پشتو ترجمہ:۔پشتو زبان میں اس کا ترجمہ مولانا قاضی محمد مبارک صاحب نے مکمل فرمایا۔ پشتو میں یہ ترجمہ دس جلدوں میں دستیاب ہے۔تاج کتب خانہ پشاور سے طبع ہوا ہے۔

(۳)۔۔۔بنگلہ ترجمہ:۔تفسیر معارف القرآن کا بنگلہ زبان میں ترجمہ حضرت مولانا مفتی محی الدین خان صاحب نے فرمایا تھا۔جوڈھاکا سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش سے طبع ہوا ہے۔

(۴)۔۔۔فارسی ترجمہ:۔حضرت مولانا محمد یوسف حسین پور صاحب نے فارسی زبان میں ترجمہ فرمایا جو

چودہ جلدوں میں مکمل ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے۔ جسے انتشارات شیخ الاسلام احمد جام ایران نے شائع کیا ہے۔

(۵)۔۔۔انگریزی ترجمہ:۔ تفسیر معارف القرآن کے انگریزی ترجمہ کا کام پروفیسری حسن عسکری صاحب مرحوم نے شروع فرمایا تھا۔ پھر پروفیسر محمد شمیم صاحب اور عشرت حسین صاحب نے مکمل فرمایا اور اس ترجمہ پر نظر ثانی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے رہے۔ انگریزی ترجمہ آٹھ جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آ گیا ہے۔ مکتبہ دار العلوم کراچی سے دستیاب ہے۔

(۶)۔۔۔برمی ترجمہ:۔ تفسیر معارف القرآن کا برمی زبان میں ترجمہ بھی تیس جلدوں میں مکمل ہو چکا ہے۔ یہ ترجمہ رنگون کے حضرت مفتی محمد سورتی صاحب کے ہاتھوں سرانجام پایا ہے۔

(۷)۔۔۔سندھی ترجمہ:۔ تفسیر معارف القرآن کا سندھی زبان میں ترجمہ حضرت مولانا مفتی خالد صاحب بالہ والے کر رہے ہیں اب تک چھ جلدیں مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد سے چھپ چکی ہیں، بقیہ جلدوں پر کام ہو رہا ہے۔

(۸)۔۔۔عربی ترجمہ:۔ تفسیر معارف القرآن کا عربی ترجمہ بنگلہ دیش میں مولانا محمد سلطان ذوق ندوی صاحب کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ ایران کے ایک دینی جریدہ الصحوہ الاسلامیہ میں دار العلوم زاہدان کے عالم، فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم عربی ترجمہ کر رہے ہیں، پہلا پارہ مکمل ہو گیا ہے، اب دوسرے پارہ کی تفسیر کا عربی ترجمہ ہو رہا ہے، اللہ کرے یہ عربی ترجمہ جلد مکمل ہو جائے، عربی ترجمہ کے ذریعہ نہ صرف اہل علم بلکہ عرب دنیا بھی اس تفسیر سے مستفید ہو سکے گی۔

(۹)۔۔۔ملیالم ترجمہ:۔ ہندوستان میں جامعۃ الباقیات الصالحات العربیۃ الاسلامیہ کانجار، کیرالہ کے اساتذہ وہاں کی علاقائی زبان "ملیالم" میں معارف القرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے۔ بقیہ جلدوں پر کام ہو رہا ہے۔

یہ سب اخلاص کی برکت ہے کہ مذکور تفسیر کا نو زبانوں میں ترجمہ مکمل یا زیر تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اکابر کی ان خدمات کو قبول عام نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں............................ (ادارہ)

سوال: کیا نیشنل سیونگ میں بہبود سیونگ سرٹیفکیٹ میں انوسٹ کرنا اور نفع لینا جائز ہے؟

جواب: سوال میں ذکر کردہ اسکیم (یعنی قومی بچت اسکیم / نیشنل سیونگ کے بہبود سیونگ سرٹیفکیٹ) کا طریق کار شریعت کے مطابق نہیں ہے، بلکہ سودی لین دین پر مشتمل ہے، اس لئے شرعاً یہ سودی معاملہ ہے اور ناجائز ہے، ااور اس طرح کی بچت اسکیم میں حصہ لینا اور سیونگ سرٹیفکیٹ خریدنا ناجائز ہے اور ان کا نفع سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

سوال: پاک قطر تکافل یا داؤد تکافل شریعت کے مطابق ہے؟

جواب: ہمارے علم کے مطابق پاک قطر تکافل کمپنی اس وقت مستند علماء کرام کے زیر نگرانی شرعی اصولوں کے مطابق کام کررہی ہے، اس لئے جب تک وہ علماء کی نگرانی میں کام کرتی رہے اور خود ان کی نگرانی کرنے والے علماء کرام بھی اس کے کام سے مطمئن ہوں تو اس کی تکافل پالیسی لینا جائز ہے، تاہم آپ اس کمپنی کی صورتحال کے بارے میں اس کے شرعی مشیر سے وقتاً فوقتاً مثلاً سال میں کم از کم دو مرتبہ معلومات حاصل کرتے رہیں۔

جبکہ داؤد تکافل کے متعلق تفصیلات ہمارے علم میں نہیں، اس لئے اس کے بارے میں ہم کوئی حتمی حکم بیان کرنے سے قاصر ہیں، تاہم اگر وہ بھی کسی مستند عالم دین کی زیر نگرانی شرعی اصولوں کے مطابق جائز طریقہ سے کام کررہا ہو تو آپ اس کے شرعی مشیر سے رابطہ کرکے اپنا اطمینان کرسکتے ہیں۔

سوال: اگر ڈاکٹر صاحب بعد میں آنے والے کو پہلے چیک کرلے، یا مثلاً: کوئی درزی بعد میں آنے والے کا کپڑا پہلے سی لے، تو شرعاً جائز ہے؟

جواب: ایسا ڈاکٹر جو اپنے پرائیویٹ کلینک میں بیٹھا ہو، اسے یہ اختیار ہے کہ وہ کسی مریض کو پہلے بلا کر اس کو پہلے چیک کرلے۔ کیونکہ اس کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی مریض کے علاج سے انکار

کردے، جیسا کہ مریض کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ڈاکٹر سے علاج کرائے یا نہ کرائے، اور درمیان سے اٹھ کر چلا جائے۔ کیونکہ ان دونوں کا معاملہ اجارہ کا ہے، جس میں فریقین کو اختیار ہوتا ہے۔

یہی معاملہ درزی کا بھی ہے کہ اسے بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بعد میں آنے والے کے کپڑے پہلے سی لے، یا کسی کے کپڑے سینے سے انکار کردے، جیسا کہ گاہک کو یہ حق ہے کہ اس درزی سے کپڑے سلوائے یا نہ سلوائے۔

البتہ اگر سرکاری ہسپتال یا ادارے میں کوئی شخص پہلے آجائے تو اس کا حق پہلے ہے۔ وہاں پر بعد میں آنے والے کے لئے پہلے جانا، یا ادارہ والوں کے لئے کسی اثر ورسوخ کی وجہ سے اس کا کام پہلے کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ بخوشی اپنا حق چھوڑ دے تو اس کی گنجائش ہے۔ (تبویب بتصرف: ۱/۱۷۶۲ ۸) حاشیہ ابن عابدین، (۶۶۲:۱)

سوال: ایک مدرسے کی آمدنی تقریباً بیس لاکھ ہے، اس مدرسے کے مہتمم صاحب شوگر کے سخت مریض ہیں، اب وہ اس عذر کی وجہ سے اپنے استعمال کے لئے کار خریدتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: مدرسے کے پیسوں سے اپنے لئے ذاتی گاڑی خرید لینا، یا مدرسے کی گاڑی بغیر کسی صحیح ضابطے کے اپنے استعمال میں لانا بہت ہی خطرناک ہے، اس طرح کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

البتہ اگر عطیات یا صدقاتِ نافلہ سے مدرسے کے لئے گاڑی خریدلی جائے، اور یہ ضابطہ مقرر کرلیا جائے کہ اسے عمومی طور پر مدرسہ کے کاموں میں استعمال کے علاوہ اگر کوئی استاد اپنی ذاتی ضرورت میں لانا چاہے تو اس میں اپنا تیل ڈال کر یا خرچ ادا کرکے بوقتِ حاجت ذاتی ضرورت میں استعمال کرسکتا ہے، تو یہ جائز ہے۔ (ماخذہ: خیر الفتاویٰ: ج۶، ص ۶۶۵)

اسی طرح متولی ہونے کی حیثیت سے مہتمم صاحب کے لئے اگر ایک خاص مقدار متعین کردی جائے کہ صرف اس حد تک وہ ذاتی ضروریات میں استعمال کرسکتے ہیں، تو جائز ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی مدرسے کے مال کے معاملے میں بہت ہی احتیاط ضروری ہے۔ فقہ السنۃ (۵۲۸:۳) صحیح البخاری، نسخہ طرق النجاۃ (ص:۲۹۷)

سوال: ایک مدرسے کی انتظامیہ یہ ضابطہ مقرر کرلیتی ہے کہ مدرسہ میں طلبہ کے لئے موبائل کا استعمال

ممنوع ہے، اور اگر کسی کے پاس پایا گیا، تو ایسا موبائل ضبط کرلیا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا، کیا ایسا ضابطہ مقرر کرنا جائز ہے؟

جواب: مدرسے کی انتظامیہ کا یہ ضابطہ مقرر کرنا کہ مدرسے کی حدود میں موبائل کا استعمال ممنوع ہے، اور اگر کسی کے پاس موبائل پایا گیا تو اس کا موبائل عارضی طور پر ضبط کرلیا جائے گا، درست ہے۔ البتہ موبائل مستقل طور پر ضبط کرنا یا موبائل توڑ دینا جائز نہیں۔ بلکہ موبائل ضبط کرنے کے بعد واپس مالک کو لوٹانا ضروری ہے۔ (تبویب بتصرف: ۶۰/۱۳۹۷)

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

تعلیمی سرگرمیاں

جامعہ دارالعلوم کراچی کے تعلیمی شعبوں میں حسب ہدایت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم، بروز بدھ بتاریخ ۷ رذی الحجہ ۱۴۳۸ھ سے ۱۵ رذی الحجہ ۱۴۳۸ھ تک بسلسلہ عید الاضحیٰ تعطیلات رہیں اور بروز ہفتہ ۱۷ رذی الحجہ ۱۴۳۸ھ سے الحمدللہ تعلیمی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہوگئیں، حسب معمول ان تعطیلات میں بعض اساتذہ کرام وطلبہ اپنے ذاتی مشاغل میں معروف رہے، بعض حضرات نے ان تعطیلات میں تبلیغ ودعوت کے عمل میں شرکت فرمائی جبکہ بعض طلبہ واساتذہ کرام نے اپنے جامعہ کی خدمت سمجھتے ہوئے چرم قربانی اور حصص قربانی کے کاموں میں حصہ لیا، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی مساعی کو شرف قبول عطا فرمائیں۔ آمین۔

سعادتِ حج

بفضلہٖ تعالیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی کے بعض متعلقین کو اس سال سفرِ حج کی سعادت نصیب ہوئی، جن میں جامعہ کی مجلس منتظمہ کے رکن وخازن جناب شیخ عبدالمالک صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا طلحہ صاحب، جامعہ کے اساتذہ یعنی مولانا قاری خلیل الرحمن ڈیروی صاحب، مولانا طاہر بہاولپوری صاحب، مولانا حسین احمد سیف صاحب، بیت المکرم شاخ کے استاذ ماسٹر کاشف صاحب اور دراسات کے خادم محمد امین صاحب مع اپنی والدہ صاحبہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حجاج کرام کے اس سفر سعادت کے ہر ہر قدم اور ہر ہر دعا کو قبول فرمائیں ان کا حج مبرور ومقبول ہو اور حرمین شریفین کی برکات شامل حال رہیں۔ آمین۔

دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے بعض اساتذہ وطلبہ اور بعض کارکنان گذشتہ دنوں علیل رہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو شفاءِ کامل سے نوازیں، آمین۔ حضرت نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی طبیعت بحمداللہ پہلے سے بہتر ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید صحت وقوت عطا فرمائیں۔

قارئین سے بھی درخواست ہے کہ اکابر جامعہ، حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم، حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور حضرت قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی صحت وقوت کی بحالی کے لئے بالخصوص اور دیگر اہل دارالعلوم کے لئے بالعموم دعا فرماتے رہیں، اللہ تعالیٰ ان اکابر کا سایہ عاطفت صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھیں۔ آمین۔

دعائے مغفرت

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کے معاون خصوصی جناب اشرف ملک صاحب، حفظہ اللہ، کے برادر بزرگ جو ایک شدید حادثے میں زخمی ہوگئے تھے، کئی دن زیر علاج رہ کر بروز ہفتہ ۳/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ان کی نماز جنازہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور جامعہ کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے سابق ناظم تعمیرات جناب مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے عمیر ابن عبیدالرحمٰن صاحب ایک حادثہ میں چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالقرآن میں شعبہ حفظ کے استاذ مولانا قاری اشرف علی صاحب کے بھائی جناب محمد علی صاحب ۱۶/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ جمعہ کے روز وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

جامعہ دارالعلوم کراچی شعبہ درس نظامی درجہ ثالثہ عربی کے طالبعلم سید احسان الرحمٰن کے والد صاحب کا ۲۰/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ کو انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

ناچیز کے ایک عزیز سید حامد حسن صاحب بروز جمعہ ۱۶/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں، درجات عالیہ سے نوازیں اور ان کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمایئے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... درس ابی داؤد

افادات .... جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضبط وترتیب .... مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب

تخریج .... مولانا وحید الزمان صاحب

ضخامت .... ۶۱۷ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں۔

ناشر .... شمسی کتب خانہ کراچی۔ 03002404679

حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ دارالعلوم کراچی کے جلیل القدر استاذ الحدیث والتفسیر تھے۔ جن حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے یا جنہوں نے حضرتؒ کے بیانات سنے ہیں وہ یقیناً اس بات کی گواہی دیں گے کہ آپ واقعی جامع المنقول والمعقول تھے اور تبحر علمی کے خاص مقام پر فائز تھے، آپ کا انداز تدریس محققانہ اور پر ہیبت ہوتا تھا۔ گفتگو ایسی سیر حاصل ہوتی تھی کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا تھا۔

حضرت مولانا مرحوم کے علمی ودرسی افادات کو شائع کر کے منظر عام پر لانے کی ضرورت تھی تا کہ زمانہ حال و مستقبل کے اساتذہ وطلبہ بھی آپ کے افادات سے مستفید ہوسکیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کے فرزند محترم جناب مولانا محمد طلحہ شمسی صاحب زید مجدہم نے اس کا اہتمام شروع کردیا ہے اور اس کی پہلی کڑی "درس ابی داؤد" کے نام سے اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے، جس میں مقدمۃ العلم کے بعد کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الفتن تک کی تقریباً تمام ابحاث درج ہیں۔ حاشیے میں تخریج وتحقیق کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح سنن ابی داؤد کی یہ شرح دورۂ حدیث کے طلبہ کے لئے بہترین تحفہ ہے، امید ہے کہ صاحب

امالیٔ کی دیگر تقاریر بھی شائع ہو کر ان شاء اللہ طلبہ کے لئے مفید ثابت ہوں گی، نیز آئندہ طباعت میں زیرِ نظر کتاب کی جامعیت میں بھی مزید بہتری پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ (ابومعاذ)

نام کتاب	....	امر بالمعروف ونہی عن المنکر
نام مؤلف	....	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تلاش وجستجو، تدوین وترتیب	....	قاری تنویر احمد شریفی
ضخامت	....	۲۰۷ صفحات، مناسب طباعت ۔ قیمت: ۲۲۰ روپے
ناشر	....	مکتبہ رشیدیہ بالمقابل مقدس مسجد اردو بازار کراچی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ دارالعلوم کراچی نے اپنی حیات مستعار میں دوسو کے قریب علمی وتحقیقی تصانیف کا بیش بہا ذخیرہ امت کے لئے تالیف فرمایا۔ اس قیمتی ذخیرے سے عالم اسلام سیراب ہو رہا ہے۔

زیرِ نظر تالیف بھی حضرت رحمہ اللہ ہی کی تحریر فرمودہ ہے، اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ سوسالہ قدیم یادگار اور پہلی تالیف ہے جو ماہنامہ القاسم دیوبند میں قسط وار شائع ہوئی تھی، محترم جناب قاری تنویر احمد شریفی صاحب کی تلاش وجستجو سے یہ گراں قدر تصنیف پہلی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے موضوع پر انتہائی زیادہ جامع کتاب ہے، اس کے کل آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ ہے ۔ تمام ابواب میں موضوع سے متعلق مدلل معلومات مؤثر انداز میں پیش کی گئی ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کی اہمیت وضرورت پوری طرح ذہن میں اجاگر ہو جاتی ہے اور اس حوالے سے جدوجہد کا جذبہ دل میں پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر "امرأ وسلاطین کو امر بالمعروف اور علماء سلف" کے عنوان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حطیط زیات رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مطلق العنان حکمران حجاج بن یوسف کے ظلم وستم سے بھرپور، عجیب وغریب واقعات پڑھ کر تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ سلف صالحین نے کن کٹھن حالات میں ظالم وجابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہا اور اس کے نتیجے میں کیسی کیسی صعوبتیں برداشت کیں۔

بہرکیف جناب قاری تنویر احمد شریفی صاحب شکریہ کے مستحق ہیں جو اس زریں تصنیف کی اشاعت کا سبب بنے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔ آمین۔

البتہ اشاعت ثانی میں طباعت کے معیار کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے، کتابت کی اغلاط کے ساتھ ساتھ حواشی بھی متعلقہ صفحات سے آگے پیچھے ہوگئے ہیں، انہیں بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ قاری صاحب موصوف کی طرف سے تحریر کئے گئے بعض حواشی محل نظر بھی ہیں، امید ہے کہ ان امور کی طرف توجہ فرمائی جائے گی۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... امام لاہوری کے رسائل

رشحات قلم .... حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب .... حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۳۳۴ صفحات۔ عمدہ طباعت۔ قیمت۔ درج نہیں

ناشر .... القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، ضلع نوشہرہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خلق خدا کی علمی، تبلیغی اور اصلاحی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آخر تک لاہور میں مقیم رہے اور وہیں مدفون ہوئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر و تقریر میں خاص اثر رکھا تھا جس سے بہت زیادہ لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت کے اُن تبلیغی، اصلاحی، آسان اور نافع رسائل کا مجموعہ ہے جو صدیقی ٹرسٹ کراچی کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں، تمام رسائل مستند معلومات کا خزینہ ہیں، خاص طور پر "استحکام پاکستان" کے عنوان کے تحت جو باتیں اور تجاویز درج کی گئی ہیں وہ مسلمانانِ پاکستان اور حکومت کے لئے لمحۂ فکریہ اور بہترین لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مذکورہ رسائل میں سے ہر ہر رسالے کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے بہت مفید ہے۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... خطبات داعیٔ اسلام (جلد اول)

خطبات .... حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم

نام مرتب .... مفتی محمد روشن قاسمی صاحب

نظر ثانی .... محمد عدنان مرزا

ضخامت .... ۶۱۷ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں۔

ناشر .... مکتبۃ الایمان کراچی۔ 03323552382

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہم کا نام غیر مسلموں میں دعوتِ اسلام کے حوالے سے ایک بہت ہی معروف اور روشن نام ہے۔ آپ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں اور ہندوستان میں داعئ اسلام کے طور پر ان کے عظیم کام کی بہت شہرت ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس مبارک کوشش کو قبول فرمائے اور دیگر حضرات کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

زیرِ نظر کتاب میں آپ کے چھ خطبات شائع کئے گئے ہیں، شروع میں ۲۳ر علماء کرام کی تقاریظ شامل کی گئی ہیں جن میں حضرت مولانا موصوف کو ان کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ خطبات کا انداز عام فہم اور ناصحانہ ہے، عوام الناس کے ساتھ ساتھ دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ (ابومعاذ)